Regd.# MC-1366

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ فہمِ دین

• جلد 09 / • شمارہ 03 / • ستمبر / 2019

نئے سال کا ہم سے مطالبہ

برکت والا دن

چاند کا چکور

میری گڑیا

BAITUSSALAM PUBLICATIONS
WWW.BAITUSSALAM.ORG/BS/PUBLICATIONS

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

بیت السلام
BAITUSSALAM
WWW.BAITUSSALAM.ORG

Perfect®
Freshener
رہو خوشبوؤں میں
THE WELCOMING
FRAGRANCE
OF HOME
Perfect
Freshener
Room
Freshener
ENTIRE
LA PERFUME
DRY
300ml e
/perfectairfreshener
Imported & Marketed by
Shakeel Enterprises
www.se.com.pk

زیرسرپرستی

مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

فہم وفکر

لٹیرے	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہمِ قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہمِ حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ	08

مضامین

جیت	ڈاکٹر ذیشان الحسن عثمانی	10
حضرت عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ	حذیفہ رفیق	12
یومِ تجدید عہد	عبد المغیث	14
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	16
باورچی خانہ اور ہماری صحت	حکیم شمیم احمد	18

خواتینِ اسلام

منزل کی تلاش	عاتکہ سلیم	21
برکت والادِن	ثانیہ ساجد	22
انتظار	امۃ اللہ	25
فرض یا قرض	اہلیہ مظفر	26
بائیکاٹ	بنتِ عامر	28
مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا ﷺ	جنید حسن	30
ہجرت	بنتِ گوہر	31
بڑی نیکی	سمیرا انور	32

باغیچہ اطفال

چاند کا چکور	ڈاکٹر الماس روحی	34
گڈو میاں نے چڑیا پکڑی	اُمّ مصطفیٰ	35
کسی سے مشورہ کرلیں	الطاف حسین	35
میری گڑیا	سویرا افلک	37
اغوا کا جال	شائل کامران	38
ننھے ادیب		39
بچوں کے فن پارے		40
انعامات ہی انعامات		41

بزمِ ادب

اے رسولِ امیں تجھ سا کوئی نہیں	سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ	42
میں اور میرے ماں باپ ہوں قربانِ محمدؐ	خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ	43
محرّم کا مہینہ	اسامہ سرسری	43
گلدستہ		44

اخبار السلام

خبرنامہ	ادارہ	46

ماہنامہ

فہمِ دین

کراچی

ستمبر 2019ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
ناظم	خالد عبد الرشید
کمپوزنگ	مظفر بھٹو
نظرِ ثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	نوید فرید

آراء وتجاویز کے لیے

0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0314-2981344

marketing@fahmedeen.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے

C-26 گراؤنڈ فلور، سن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ : 40 روپے

سالانہ فیس : 520 روپے

بیرون ملک بدل اشتراک : 35 ڈالر

ناشر	مطبع	مقامِ اشاعت
فیصل زبیر	واسا پرنٹر	دفترِ فہمِ دین

پاکستان میں موجودہ حکومت کے آنے کے بعد سے دو رجحان بڑے واضح انداز میں دیکھنے کو مل رہے ہیں اور ہر ایک دوسرے کو نہ دیکھنے کو تیار ہے اور نہ ماننے کو
ایک رجحان یہ ہے کہ مال و دولت کے ڈاکوؤں کو عبرت کا نشان بنا دیا جائے' تاکہ ملک سے کرپشن ختم ہو جائے اور ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے
یہ اچھی اور خوش آئند بات ہے' کرپشن اور خود غرضی کا گھن واقعی کسی بھی ملک کی معیشت کو اندر ہی اندر کھو کھلا کر دیتا ہے
اور وہ ملک اچھے اور ماہر سرمایہ کاروں کے ہونے کے باوجود ترقی کی پٹری پر نہ چڑھ پاتا ہے اور نہ آگے بڑھ پاتا ہے
اس کے ساتھ ایک دوسرا رجحان ہے' وہ بھی گزشتہ چند مہینوں میں ملک میں زیادہ نمایاں ہو کر نظر آیا ہے' وہ اسلامی نظام کی پاسداری کا ہے
ان کا کہنا یہ ہے کہ ڈاکہ مال پر ڈالا جائے یا ایمان پر' دونوں نا قابلِ برداشت ہیں' مگر وہ ایک اصول بیان کرتے ہیں کہ
جب خطرہ ایمان' جان اور مال تینوں پر منڈلانے لگے' تو پہلے ایمان کو بچانا ضروری ہے' چاہے اس کے لیے جان و مال کی ہی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔
چناں چہ انھیں جب قادیانیت کا آسیب سر اُٹھاتا نظر آتا ہے تو وہ مال کے ڈاکوؤں اور لٹیروں کو بھول کر ایمان کے ڈاکوؤں سے بچنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔
اب صورتِ حال یہ ہے کہ دونوں طرف پاکستانی عوام کا ایک جمِّ غفیر موجود ہے اور ہر ایک اپنے رائے سے رتی بھر بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں!
میں سمجھتا ہوں کہ اصل اختلاف یہ نہیں ہے' بلکہ اصل اختلاف کچھ اور ہے' یہ تو صرف اس کا ثمرہ اور نتیجہ ہے
اصل اختلاف مادیت اور دینیت کا ہے' اصل اختلاف دنیا داری اور دین داری کا ہے' اصل اختلاف مال و دولت کو سب کچھ سمجھنے اور دین داری کو سب کچھ سمجھنے کا ہے۔
ذرا واضح الفاظ میں آپ اسے یوں کہہ سکتے ہیں کہ اصل اختلاف سیکولرازم اور اسلام ازم کا ہے۔
جن کی ساری تعلیم و تربیت مغربی اداروں اور مغربی درس گاہوں میں ہوئی ہے' وہ بھی اپنے تئیں محبِ وطن ہیں'

لٹیرے

مدیر کے قلم سے

مگر وہ اسلامی تعلیمات سے دوری کی وجہ سے دولت اور سرمائے کی حفاظت میں ملک کی بقا سمجھتے ہیں'
انھیں اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ قادیانی کافر باقی رہتے ہیں یا نہیں اور اسرائیل کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے یا نہیں حتی کہ ملک میں اسلام بھی باقی رہتا ہے یا نہیں
جبکہ اس کے مقابلے میں جن کا منبر و محراب سے تعلق ہوتا ہے' جن کی تعلیم و تربیت میں مسجد و مدرسہ کا بھی کہیں نہ کہیں کوئی کردار ہوتا ہے
انھیں پیٹ کے بھرنے سے زیادہ اپنے اور اپنی نسلوں کے ایمان بچانے کی زیادہ فکر ہوتی ہے' وہ قادیانیوں کو' بین الاقوامی استعماری قوتوں کو اور
اُن کے پروردہ پاکستانی گماشتوں کو ملکِ پاکستان کے لیے' یہاں کے آئین کے لیے' یہاں کے نصابِ تعلیم کے لیے' حتی کہ یہاں کی نسلِ نو کے لیے سراسر خطرہ سمجھتے ہیں
قارئین گرامی! قیامِ پاکستان کے بعد ستمبر کے مہینے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو چند سالوں کے فاصلے سے دو موروچوں پر بھرپور کامیابی عطا فرمائی۔
ایک چھ ستمبر 1965ء کو ہمارے بیرونی دشمن بھارت کے مقابلے میں ہمیں فتح عطا فرمائی' جسے ہم ہر سال ''یومِ دفاعِ پاکستان'' کے طور پر مناتے ہیں اور
دوسری سات ستمبر 1974ء کو ہمارے اندرونی دشمن قادیانیوں کے مقابلے میں ہمیں تاریخی فتح عطا فرمائی جسے ہم ہر سال ''یومِ تحفظِ ختمِ نبوت'' کے طور پر مناتے ہیں۔
پہلے دِن نے ہمارے ملکِ عزیز پاکستان کو جغرافیائی طور پر محفوظ اور مضبوط بنا دیا اور دوسرے نے نظریاتی طور پر ہمیں ناقابلِ تسخیر بنا دیا۔
ہمیں ان دونوں دِنوں پر فخر بھی ہے اور ہمیں اِن دونوں محاذوں پر مستقل نظر رکھنے کی بھی ضرورت ہے' تاکہ شاطر دشمن اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے
پاکستان کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کا ذمہ ''پاک فوج'' نے لے رکھا ہے اور ہم سب ان کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں
اسی طرح پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کا بیڑا ''علمائے کرام'' نے اٹھا رکھا ہے اور ہمیں ان کے بھی شانہ بشانہ کھڑے ہو کر ان کو مضبوط کرنا چاہیے
ورنہ یہودیت اور قادیانت کی یلغار اسلام' مسلمانوں اور اہلِ پاکستان کے خلاف اتنی شاطرانہ اور جارحانہ ہے کہ
خطرہ ہے کہ کہیں ہم ''ختمِ نبوت'' کے محاذ پر اپنی سستی کی وجہ سے ناکام ہو جائیں اور کل قیامت میں نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے محروم ہو جائیں۔
اللہ تعالیٰ اسلام کی' مسلمانوں کی اور پاکستان کی حفاظت فرمائیں اور
ہمیں اس سلسلے میں اپنی اپنی وسعت اور دائرے میں بھرپور کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

آلِ عمران 179-182

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى
يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ
وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ
فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ 179

ترجمہ... اللہ ایسا نہیں کر سکتا کہ مومنوں کو اس حالت پر چھوڑے رکھے، جس پر تم لوگ اس وقت ہو، جب تک وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے اور (دوسری طرف) وہ ایسا بھی نہیں کر سکتا کہ تم کو (براہِ راست) غیب کی باتیں بتا دے۔ ہاں! وہ (جتنا بتانا مناسب سمجھتا ہے، اس کے لیے) اپنے پیغمبروں میں سے جس کو چاہتا ہے چُن لیتا ہے، لہٰذا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور اگر ایمان رکھو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو زبردست ثواب کے مستحق ہو گے۔ 179

تشریح نمبر 1: آیت 176 سے 178 تک اس شبہے کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر کافر لوگ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں تو انھیں دنیا میں عیش و عشرت کی زندگی کیوں حاصل ہے؟ جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان لوگوں کو تو آخرت میں کوئی حصہ ملنا نہیں ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ انھیں دنیا میں ڈھیل دیے ہوئے ہیں، جس کی وجہ سے یہ مزید گناہوں میں ملوّث ہوتے جا رہے ہیں۔ ایک وقت آنا ہے، جب یہ اِکٹھے عذاب میں دَھر لیے جائیں گے۔ آیت 179 میں اس کے مقابل اس شبہے کا جواب ہے کہ مسلمان اللہ رب العزت کو پسند ہیں، اس کے باوجود ان پر مصیبتیں کیوں آرہی ہیں؟ اس کا ایک جواب اس آیت میں یہ دیا گیا ہے کہ یہ آزمائشیں مسلمانوں پر اس لیے آرہی ہیں، تاکہ مسلمانوں پر واضح ہو جائے کہ ایمان کے دعوے میں کون کھرا ہے اور کون کھوٹا؟ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس وضاحت کے بغیر نہیں چھوڑ سکتا اور مشکلات ہی کے وقت یہ پتا چلتا ہے کہ کون ثابت قدم رہتا ہے اور کون پھسل جاتا ہے؟ اس پر یہ سوال ہو سکتا تھا کہ یہ بات اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مشکل میں ڈالے بغیر کیوں نہیں بتا دیتا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب کی باتیں ہر ایک شخص کو نہیں بتاتا، بلکہ جتنی باتیں چاہتا ہے اپنے پیغمبر کو بتا دیتا ہے۔ اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان، منافقین کی بد عملی آنکھوں سے دیکھ کر ان کے بارے میں رائے قائم کریں، اس لیے یہ آزمائشیں پیش آرہی ہیں۔ آزمائشوں کی مزید حکمت آگے آیات 185 اور 186 میں بھی بیان فرمائی گئی ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ
بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ 180

ترجمہ... اور جو لوگ اللہ کے دیے ہوئے (مال) میں بخل سے کام لیتے ہیں، وہ ہر گز یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کے لیے کوئی اچھی بات ہے، اس کے برعکس یہ ان کے حق میں بہت بری بات ہے، جس مال میں انھوں نے بخل سے کام لیا ہوگا۔ قیامت کے دن وہ ان کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا اور سارے آسمان اور زمین کی میراث صرف اللہ ہی کے لیے ہے اور جو عمل بھی تم کرتے ہو، اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔ 180

تشریح نمبر 2: وہ بخل جسے حرام اقرار دیا گیا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ خرچ کرنے کا حکم دیں، انسان وہاں خرچ نہ کرے، مثلاً زکوۃ نہ دے۔ ایسی صورت میں جو مال انسان بچا کر رکھے گا تو قیامت کے دن وہ اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا۔ حدیث میں اس کی تشریح آنحضرت ﷺ نے یہ فرمائی ہے کہ ایسا مال ایک زہریلے سانپ کی شکل میں منتقل کر کے اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا، جو اس کی باچھیں پکڑ کر کہے گا کہ "میں ہوں تیرا مال! میں ہوں تیرا جمع کیا ہوا خزانہ!"

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا
وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ 181

ترجمہ... اللہ نے ان لوگوں کی بات سن لی ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ "اللہ فقیر ہے اور ہم مال دار ہیں۔" ہم اُن کی یہ بات بھی (ان کے اعمال نامے میں) لکھ لیتے ہیں اور انھوں نے انبیا کو جو ناحق قتل کیا ہے، اس کو بھی اور (پھر) کہیں گے کہ "دہکتی آگ کا مزہ چکھو۔" 181

تشریح نمبر 3: جب زکوۃ وغیرہ کے احکام آئے تو بعض یہودیوں نے ان کا مذاق اڑاتے ہوئے، اس قسم کے گستاخانہ جملے کہے تھے۔ ظاہر ہے کہ عقیدہ تو ان کا بھی یہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ فقیر ہے، لیکن انھوں نے زکوۃ کے حکم کا مذاق اس طرح اڑایا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس بے ہودہ جملے کا کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ اس پر عذاب کی وعید سنائی۔

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ 182

ترجمہ... "یہ سب تمہارے ہاتھوں کے کرتوت کا نتیجہ ہے، جو تم نے آگے بھیج رکھا تھا، ورنہ اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔" 182

فہمِ حدیث

جماعت کی اہمیت اور سلام سے پہلے کی دعا

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:
مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِیَ فَلَمْ یَمْنَعْہُ مِنِ اتِّبَاعِہٖ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ
قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْہُ الصَّلٰوۃُ الَّتِیْ صَلّٰی

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز باجماعت کے لیے مؤذن کی پکار سنے اور اس کی تابع داری کرنے سے (یعنی جماعت میں شریک ہونے سے) کوئی واقعی عذر اس کے لیے مانع نہ ہو (اور اس کے باوجود وہ جماعت میں نہ آئے' بلکہ الگ ہی اپنی نماز پڑھ لے) تو اس کی وہ نماز اللہ کے ہاں قبول نہیں ہو گی۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت (ﷺ) واقعی عذر کیا ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جان و مال کا خوف یا مرض۔ (سنن ابی داؤد و سنن دار قطنی)

تشریح نمبر 1: اس حدیث میں جماعت کی نماز چھوڑنے والوں کے لیے سخت وعید ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ بغیر عذر کے ترکِ جماعت بہت بڑی محرومی اور بد بختی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:
اِذَا فَرَغَ اَحَدُکُمْ مِنَ التَّشَھُّدِ الْاٰخِرِ
فَلْیَتَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنْ اَرْبَعٍ مِّنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ
وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:
جب تم میں سے کوئی آخری تشہد پڑھ کر فارغ ہو جائے
تو اسے چاہیے کہ چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے:
1۔ جہنم کے عذاب سے 2۔ قبر کے عذاب سے
3۔ زندگی و موت کی آزمائش سے 4۔ دجال کے شر سے۔ (صحیح مسلم)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُعَلِّمُھُمْ ھٰذَا الدُّعَاء
کَمَا یُعَلِّمُھُمُ السُّوْرَۃَ مِنَ الْقُرْاٰنِ، یَقُوْلُ: قُوْلُوْا
"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ
اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا
وَالْمَمَات"

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ' صحابہ کرام کو یہ دعا اس طرح تعلیم فرماتے تھے' جس طرح قرآن مجید کی کوئی سورت تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ ارشاد فرماتے تھے کہ کہو: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ..." (آخر تک مکمل دعا' جو اوپر ذکر کی ہوئی ہے۔) یعنی اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر سے اور پناہ مانگتا ہوں دجال کے فتنہ سے اور پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کی آزمائشوں سے۔ (صحیح مسلم)

تشریح نمبر 2: یہ دعا جیسے کہ ظاہر ہے دنیا و آخرت کے آفات و مصائب اور ہر قسم کی بد بختیوں سے حفاظت کے لیے بڑی جامع دعا ہے۔ اس میں سے پہلے جہنم اور قبر کے عذاب سے پناہ مانگی گئی ہے' جو شدید ترین اور ناقابلِ تصوّر عذاب اور انسان کی سب سے بڑی بد بختی ہے۔ اس کے بعد دجال کے فتنۂ عظیم سے جو اس دنیا میں برپا ہونے والے فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ ہے' جس میں ایمان کا سلامت رہنا بے حد مشکل ہے۔ اس کے بعد علی الاطلاق زندگی اور موت کے سارے فتنوں اور ساری آزمائشوں سے' جس میں ہر چھوٹی بڑی بلا اور ہر گناہ اور گمراہی داخل ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اگرچہ اس کا ذکر نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کس موقع کے لیے یہ دعا تعلیم فرماتے تھے' لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا خاص موقع قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد اور سلام سے پہلے ہے۔ اسی دعا کے بارے میں صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خود بھی نماز میں یہ دعا مانگا کرتے تھے' بلکہ اس میں مندرجہ بالا دعا کے بالکل آخر میں یہ اضافہ بھی ہے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَمِنَ الْمَغْرَمِ"

(اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں گناہ کی ہر بات سے اور قرض کے بارے سے) بہتر ہے کہ یہ دعا اسی اضافہ کے ساتھ نماز میں سلام سے پہلے پڑھی جائے۔ (واضح رہے کہ تشہد اور درود شریف کے بعد رَبِّ اجعلنی والی پوری دعا کافی ہے' جو عام طور پر اہلِ پاکستان پڑھتے ہیں' لیکن اگر کوئی اسے چھوڑ کر یہ پڑھنا چاہے اور اس کی برکات بھی حاصل کرنا چاہے تو اسے یہ بھی یاد کر لینی چاہیے۔)

Fruiti-O
NECTARS & FRUIT DRINKS
Real Taste of Nature
INTRODUCING FRUITI-O NECTAR
IN 1 LITRE BOTTLE
Fruiti-O Pomegranate Nectar
Net Content: 1 Litre
Fruiti-O Mango Nectar
Net Content: 1 Litre
Fruiti-O Guava Nectar
Net Content: 1 Litre
www.fruitio.com.pk
fruitioPakistan

مسلمانوں کے اسلامی سال کا آغاز محرم الحرام کے مہینے سے ہے۔ ہجرت کو اسلامی تاریخ کا عنوان بنایا گیا ہے۔ محرم الحرام کو اسلام سے پہلے بھی حرمت اور تقدس حاصل تھا۔ انسانی تاریخ کے بہت سے واقعات اس مہینے سے وابستہ تھے۔ اسلام آیا تو اسلام کے بہت سارے باعظمت کردار اور واقعات اس مہینے سے وابستہ ہو گئے۔ اسلام سے پہلے بھی یہ محترم اور مقدس تھا۔ حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو بتایا کہ یہ اہلِ مدینہ دس محرم الحرام کو روزہ رکھتے ہیں۔ روزہ رکھنے کی وجہ ان کی یہ ہے کہ اس دن اللہ رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی تھی۔ مسلمان بھی دس محرم کو روزہ رکھنے لگے۔ زندگی کے آخری سال آپ ﷺ نے فرمایا: اس دن یہودی بھی روزہ رکھتے ہیں۔ آیندہ سال اگر میں زندہ رہا تو میں دس کا بھی روزہ رکھوں گا اور نو کا بھی یا دس کے ساتھ گیارہویں کو ملا کر دو روزے رکھوں گا، تاکہ مسلمانوں کی ادنیٰ مشابہت بھی یہودیوں کے ساتھ نہ رہے۔

ابھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حیات تھے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حیات تھے، ان دونوں کی زندگی میں ہی اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی امت کو یہ عمل بتا دیا تھا کہ تم بھی اس عشرے میں اگر ہو سکے تو روزہ رکھ لیا کرو اور بہتر ہے کہ ایک کے بجائے دو۔ دس، گیارہ یا نو، دس کی تاریخ میں روزہ رکھ لیا کرو۔ اس سے پتا چلا کہ یہ جو محرم الحرام کا تقدس اور احترام ہے، یہ حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کے شہادت یا حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ اس سے بھی پہلے نبی کریم ﷺ کے ان ارشادات کی وجہ سے ہے۔

آپ ﷺ کی زندگی میں بھی یہ محرم بار بار آیا۔ حضراتِ صحابہ علیہم اجمعین کی زندگیوں میں بھی بار بار یہ مہینے آئے اور پھر خیر کا دور تابعین کا اور پھر خیر کا زمانہ تبع تابعین کا زمانہ بھی رہا اور اس پورے خیر کے زمانے میں، مسلمانوں میں نویں دسویں میں سوائے اس عمل کے اور کوئی عمل نظر نہیں آتا۔ یہ ایک عمل آپ ﷺ نے کیا اور مسلمان اپنے نبی ﷺ کی اتباع میں، اس عمل کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ باقی اس کے علاوہ اس محرم کے بارے میں نحوست کا عقیدہ رکھنا، غم کا عقیدہ رکھنا، افسوس کا عقیدہ رکھنا، خوشیوں سے کنارہ کشی اختیار کر لینا یا کوئی ایسی شکل کہ کم از کم مسلمانوں کے خیر القرون کے اندر اس کی کوئی شکل نہیں تھی۔ البتہ روزہ حضور ﷺ نے خود بتایا ہے تو اس نئے سال کا عنوان ہجرت سے ہے اور اس کے پہلے دن حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کی اور دسویں دن حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔

تو اسلامی سال کے آغاز میں مسلمانوں کو دو عنوان ملتے ہیں۔ ایک ہجرت کا عنوان ملتا ہے اور دوسرا شہادت کا عنوان سامنے آتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر المومنین ہیں۔ عمر آپ کا نام ہے، فاروقِ اعظم آپ کا لقب ہے، قریشی خاندان کے بنو ادی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں، نویں پُشت میں اللہ کے نبی ﷺ سے رشتہ بنتا ہے، آپؓ کی صاحبزادی حضرتِ حفصہ رضی اللہ عنہا اُمّ المومنین ہیں،

حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں' آپؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں سے ہیں' باتفاق اہلِ ایمان کے اس امت میں مقام حضرت ابو بکر کے بعد حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

حضرتِ علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے : "خَیْرُ اُمَّتِیْ بَعْدَ نَبِیِّ ھٰذَا، اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ!" یعنی اس امت کے نبی کے بعد سب سے اعلیٰ مقام حضرت ابو بکر کا ہے' پھر حضرتِ عمر کا ہے۔ آپؓ عشرہ مبشرہ میں سے اور اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور آپ ﷺ کے خاص مشیر تھے۔

پھر اللہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ایسی خلافت دی (سبحان اللہ) جو آپؓ نے دس سال' چھ مہینے' پانچ دن تک کی' لیکن زمین وآسمان پر ایک مثال قائم کر دی' عدل و انصاف کی' امانت اور دیانت کی' منظم اور انتظام کی۔ اس وقت کی سپر طاقتیں' روم اور فارس' ایران اور روم' وہ آپؓ کی خلافت میں زیروزبر ہوئیں اور اسلام کا جھنڈا وہاں لہرایا گیا۔ بظاہر آپؓ کا لباس بہت سادہ سا' لباس میں پیوند لگے ہوئے' روکھا سوکھا کھانے والے' چھوٹا موٹا پہننے والے' لیکن دنیا کے شہنشاہ آپؓ کے رعب سے کپکپایا کرتے تھے۔

جب ایک دفعہ آپؓ دمشق جانے لگے اور حضرتِ عبیدہ ابن جراح وہاں کے منتظم اعلیٰ تھے تو آپ اسی چھوٹی سی سواری میں' سادے سے لباس میں وہاں تشریف لے گئے۔ راستے میں استقبال کرنے والوں نے آپؓ سے کہا کہ اس لباس میں آپ وہاں تشریف لے کے جا رہے ہیں۔ وہاں ہر قسم کے لوگ ہیں۔ اکثر لوگ ایمان واسلام کی روشنی سے محروم ہیں' جب آپ کا اس انداز سے آنا دیکھیں گے تو ان کے دل میں تاثر اچھا نہیں پڑے گا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرتِ عبیدہ رضی اللہ عنہ کو تھوڑا دھکا دیا' پھر فرمایا : "اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ وَمَنْ يَّبْحَثُ دُوْنَهٗ اَذَلَّهُ اللّٰهُ!" اللہ نے ہمیں اسلام کی بدولت عزت دی ہے' اگر مسلمان اسلام کو چھوڑ کر کہیں اور عزت تلاش کرے گا تو ذلیل اور رسوا ہو جائے گا۔

انھوں نے اللہ کے حکم کو اپنے اوپر غالب کر لیا تو اللہ نے انھیں زمانے پہ غلبہ دے دیا۔ انھوں نے اپنی زندگی میں اللہ کے حکم کو عظمت دی تو اللہ نے انھیں زمانے میں عظمت عطا فرما دی۔ انھوں نے اللہ کے دین کی لاج رکھی ہے' پھر اللہ نے زمانے میں ان کی لاج رکھ لی۔

"اَعَزَّلَ اللّٰهُ بِالْاِسْلَامَ وَمَنْ يَّبْحَثُ دُوْنَهٗ اَذِلَّهُ اللّٰهُ!" اللہ نے اسلام کی بدولت ہمیں عزت دی ہے۔ نہ لباس میں' نہ پوشاک میں' نہ عہدوں میں' نہ منصبوں میں' نہ اس کرّوفر میں۔

آج دنیا کی سلطنتوں پر جھنڈا مسلمانوں کا ہے' لیکن ان کی حیثیت زمانے میں تنکے سے زیادہ وزنی نہیں' جدھر زمانے کا رخ ہوا تو ان کا سلسلہ بھی وہیں ہے۔ امیر المؤمنین مسجد کے مصلے میں فجر کی نماز پڑھا رہے ہیں۔ یہ مسلمانوں کا اسٹیٹس ہوا کرتا تھا کہ جو مسلمانوں میں جتنا بڑا معزز' محترم ہوا کرتا تھا' وہ اللہ کے گھر میں اتنا ہی آگے ہوا کرتا تھا۔ یہ کلبوں کے' یہ پارٹیوں کے پیمانے مسلمانوں کی عزت کے نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ جو اس امت کا جتنا بڑا' محترم' ذیشان' معزز ہوتا' وہ اللہ کے گھر میں اتنا آگے ہوا کرتا تھا۔

آپؓ فجر کی نماز پڑھ رہے کہ ایک منافق ابو لؤلؤ' جو مجوسی تھا۔ نفاق کے لبادے میں صف میں کھڑا ہوا اور اس نے زہر سے ڈوبے خنجر سے آپ کو زخمی کر دیا۔ 28 ذو الحجہ کو آپؓ زخمی ہوگئے اور یکم محرم کو صبح کے وقت آپؓ پر بے ہوشی تھی تو کسی نے کہا: "عمر! نماز کا وقت ہے' فجر کا وقت ہے۔" پھر ہوش آتے ہی فوراً نماز کے لیے فرمانے لگے : "لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا صَلٰوۃَ لَہٗ" یعنی ہاں! نماز کے بغیر ایمان کوئی نہیں' جلدی مجھے نماز کے لیے لے جاؤ۔ پھر فجر میں سہارے پر نماز کے لیے تشریف لائے۔ تو آپؓ کا انتقال اور آپؓ کی شہادت فجر کی نماز میں ہوئی یعنی یکم محرم الحرام کو۔

اسلام میں اگر کسی کے غم یا ماتم کی یادگار کے طور پر اجازت ہوتی تو مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یادگار غم کے طور پر مناتے' اس لیے کہ وہ دن تھا کہ اسلام کا اقبال بلندیوں کی طرف جا رہا تھا اور ٹھیک اسی دن' اسی لمحے اسلام کا اقبال سو گیا۔ جو روز بروز آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا' اس کی روشنی پھیلتی چلی جا رہی تھی۔ کوئی شخصی شہادت نہیں تھی' شخصی نقصان نہیں تھا۔ پورے عالمِ اسلام کا وہ چڑھتا سورج' بلند اقبال۔۔۔ ایسا لگا کہ سو گیا' لیکن چوں کہ اسلام کے دامن میں شہادتوں کی طویل داستان ہے تو اپنے پیروکاروں کو اسلام نے یہ سبق تو دیا کہ ان کے بلند کردار کو اپنی زندگی کا حسن بناؤ! ان کا کردار' ان کی شجاعت و بہادری' ان کا صبر واستقامت' ان کے اس اعلیٰ کردار کو اپنی زندگی کا حسن بناؤ۔ ماتم کی اجازت نہیں دی' رونے دھونے کی اجازت نہیں دی۔ تو اسلام کا آغاز عنوانِ ہجرت سے اور ابتدا شہادت سے ہے اور مسلمانوں کے لیے یہ نئے سال کا آغاز مقیاس الحرارہ' اس کے ذریعے مسلمان اپنے ایمان کا جائزہ لیں کہ آیا اس کی نظر میں اسلام کی عظمت اور اس کی دعوت کی یہی قدر و قیمت ہے' یہی اہمیت ہے۔۔۔ کہ اگر اس کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنا پڑے تو یہ ایک لمحے کا انتظار نہ کرے۔ حضرت ابو سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ہجرت کر کے آئے تو راستے میں ظالموں نے بیوی بھی چھین لی' چھوٹا سا معصوم بچہ بھی چھین لیا' کمائی بھی چھین لی۔ لُٹ لٹا کے حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور اپنی بپتی کہانی سنائی تو حضور ﷺ نے فرمایا : "یَا اَبَا سَلْمٰی! قَدْ رَبِحْتَ الْبَیْعَ! قَدْ رَبِحْتَ الْبَیْعَ!" اے ابو سلمیٰ! بڑے نفع کی تجارت کی ہے۔ بظاہر سب کچھ دے کے آیا' لیکن ایمان کا سرمایہ بچا کر لے کے آ گیا۔

تو میرے عزیزو! یہ نیا سال ہجرت کے عنوان سے' شہادت کے عنوان سے' اللہ کے دین کے لیے مسلمان سے مطلوب یہی ہے' اہلِ ایمان' اہلِ اسلام سے مطلوب یہی ہے "اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" ہاں! نماز بڑھیا عبادت ہے' قربانی بڑھیا عبادت ہے' لیکن اہلِ ایمان' اہلِ اسلام سے مطلوب یہ ہے کہ زندگی اور موت سب اللہ کی خاطر قربان ہے۔۔۔ تو یہ نئے سال کا سبق ہے کہ مسلمان کے لیے احتساب کی گھڑی ہے کہ آیا ان کی ایمانی حرارت اپنی سطح پہ ہے؟ کہ آیا ان کی ایمانی حرارت آج بھی اس سطح پہ ہے کہ اللہ کے دین کے لیے سارے مفادات سے دست بردار ہو جائے اور اللہ کے دین کے لیے اپنی جان کا نذرانہ دینے کے لیے تیار ہو جائے۔ یہ ایمانی حرارت مسلمانوں کی آج بھی ہے؟ سال کے اختتام پر اور سال کے آغاز میں مسلمان اس کا جائزہ لے اور اپنی زندگی کے اندر تجدید لے آئے' بہتری لے آئے اور اس سطح پہ اپنا ایمان بڑھائے۔ اللہ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

منوچر جاویدی سے عبداللہ کی نئی نئی دوستی ہوئی تھی۔ عبداللہ کو اُس میں ہمیشہ ایک گھاگ بزنس مین نظر آیا
ایسا لگتا تھا کہ وہ جس کاروبار میں ہاتھ ڈالتا ہے مٹی سونا بن جاتی ہے۔ عبداللہ حیران ہوتا کہ خدا کچھ لوگوں پر دنیا کس قدر کھول دیتا ہے۔ انھیں کوئی غم نہیں ہوتا
کام یابیاں ہر وقت قدم چومتی ہیں جو چاہے کریں' جیسا چاہے کریں' مگر شاید یہ ٹھیک نہیں ہوتا۔ جس زندگی میں کوئی غم نہ ہو کیا وہ بھی کوئی زندگی ہے؟
یہ غم بندے کو اللہ سے ملا دیتے ہیں۔ یہ نہ ہوں تو بندہ سمجھتا ہے کہ اسے اللہ کی ضرورت کوئی نہیں ہے۔ بے وقوف اور بد عقل ہی ایسا سوچ سکتا ہے
عقل مند آدمی کو تو اللہ کی ضرورت ہمیشہ ہی رہتی ہے۔ پیدائش سے پہلے بھی' زندگی بھر اور مرنے کے بعد بھی
عبداللہ کو ہنستی مسکراتی ولولہ انگیز آنکھوں میں خُدا کم کم ہی نظر آیا تھا۔ اُسے ہمیشہ سے روتی' آنسو بہاتی' سوال پوچھتی آنکھیں پسند تھیں
عبداللہ نے سوچا کوئی تو ایسا ہنر' ایسا ٹوٹکا ہوگا' اِس شخص کے پاس کہ چلو دنیا ہی سہی' حاصل تو ہوئی۔ عبداللہ نے آج ملاقات پر پوچھ ہی لیا
"منوچر! کاروبار کی کام یابی کا راز کیا ہے؟"

"عبداللہ! جب میں لڑکپن میں تھا تو میرے والد صاحب نے مجھے کاروبار کرنے کا کہا اور بتایا کہ 3 چیزوں کا خیال رکھو' کبھی ناکام نہیں ہو گے
ہمیشہ کمپنی میں ایک بہترین وکیل کی خدمات حاصل کرو۔ ایک بہترین اکاوئنٹنگ فرم کی خدمات حاصل کرو
ان دو کاموں کو کرنے سے کسی بھی قسم کی مالی بے ضابطگی کا خدشہ ختم ہو جاتا ہے اور قانونی پیچیدگیوں سے بھی چھٹکارا مل جاتا ہے
مزید دنیا میں کام کرنے کے لیے دنیاوی اصول وضوابط کا پتا رہنا چاہیے اور تیسرا کام جو سب سے زیادہ اہم ہے وہ یہ ہے کہ :
ترقی کی انتہا آسمانوں کی بلندی ہے جس کی حد کوئی نہیں' مگر اِن بلندیوں پر چڑھنے کا زینہ برداشت اور صبر ہے
یاد رکھنا! اگر یہ آخری مرحلہ چُھوٹ جائے تو باقی دونوں بھی کام کے نہیں رہیں گے۔"
عبداللہ نے دوسرا سوال پوچھا: اچھا یہ بتایئے آپ نے اِن 60 سالوں کی عمر میں چوتھا کون سا اُصول سیکھا؟
منوچر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: "negotiation" (مذاکرات) دنیا کی ہر چیز نیگوسیاشن ہے
محبت سے لے کر رشتوں تک' سواری سے لے کر گھر تک اور کاروبار سے لے کر مالی لین دین تک۔ آپ ایک بار نیگوسیاشن سیکھ جائیں
کیسے مدِّمقابل کو غصّہ دِلانا ہے' فرسٹریٹ کرنا ہے' کیسے اس پر حاوی ہو کر اپنی بات منوانی ہے' ڈنڈے اور گاجر کا کھیل کیسے کھیلنا ہے۔۔۔؟ تو دنیا آپ کی ہوئی۔"
"اچھا! پھر تو آپ کے بہت سے دشمن بن گئے ہوں گے؟" عبداللہ نے پہلو بدلا
"نہیں عبداللہ! دشمن بنانے کے لیے لڑنا کوئی ضروری نہیں ہوتا ہے۔ بس! آپ تھوڑے سے کام یاب ہو جائیں وہ آپ کو خیرات میں خود بخود مل جاتے ہیں۔"
عبداللہ نے دل میں سوچا کہ اگر قدرت نے اچھا بولنے' لوگوں کے جذبات سے کھیلنے' ان پر حاوی ہونے کا ملکہ دے ہی دیا ہے تو اِس کا یہ مطلب تو نہیں کہ
آپ اپنی عقل کے بل بُوتے پر سب سے فائدہ اُٹھانا شروع کر دیں۔ آدمی کو اپنی عقل' زبان' رُتبے اور تعلّقات کا استعمال کرتے ہوئے لوگوں کو لاوارث نہیں سمجھنا چاہیے
لاوارث تو وہ ہوتا ہے جس کا کوئی رب نہ ہو اور اللہ سے تو کوئی نیگوسیاشن ہوتی ہی نہیں ہے۔ بندہ اللہ سے بھاؤ تاؤ نہیں کرتا' یہ اِس نسبت کو زیب نہیں دیتا
"نہیں منوچر! کوئی اور بات ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جس سے آپ کو لگتا ہے کہ آپ کو ترقی و کام یابی نصیب ہوئی ہے' مگر اصل بات کوئی اور ہے
ذہن پر زور دیں کوئی ایسا واقعہ جو آپ کے ذہن میں نقش رہ گیا ہو۔ کوئی ایسی بات جو بزنس ڈِیل کرتے ہوئے آپ کو بار بار یاد آتی ہو؟"
منوچر کی آنکھیں کسی گہری سوچ میں ڈوب گئیں۔ "ہاں عبداللہ! ایک واقعہ تو ہے۔ وہ یہ کہ مجھے بچپن میں کراٹے سیکھنے کا بڑا شوق تھا
بلیک بیلٹ کے حصول کے لیے فائنل مقابلے کے لیے ساؤتھ کوریا گیا۔ فائٹنگ رِنگ میں مدِّمقابل کو ناک آؤٹ کرنا جیت کا ضامن تھا
رِنگ میں جانے سے پہلے میرے اُستاد نے کہا: آخری پنچ مار دینے والا فاتح کہلاتا ہے' مگر یہ جانتے ہوئے کہ یہ آخری مکّا حریف کو شکست کے پار چھوڑ دے گا
پھر بھی آدمی رک جائے اور واپس آجائے اِس یقین کے ساتھ کہ میں جب چاہوں' جیت سکتا ہوں۔ یہ یقین' یہ کانفیڈنس آدمی کو مقدر کا سکندر بنا دیتا ہے
کسی شے کے اِسپیشل ہونے کے لیے صرف اتنا ضروری ہے کہ اُسے اسپیشل سمجھا جائے
پھر عبداللہ! یہی ہوا کہ میں نے آخری مکّا نہیں مارا۔ جیت میری ہی ہوئی اور آج تک میں ہر ڈیل میں اِس یقین کے ساتھ جاتا ہوں کہ میں فاتح ہوں
کسی چیز سے رک جانے کی قوت' کسی چیز کو کر بیٹھنے کی قوت سے 1000 گنا زیادہ ہے۔ میں نے جیت کو اِس قوت کے ساتھ نتھی کر دیا ہے۔"
عبداللہ نے روتی آنکھوں کے ساتھ منوچر کا شکریہ ادا کیا۔ اُسے اپنے سوال کا جواب مل گیا تھا
رات جائے نماز پر وہ اپنے ربّ سے رک جانے کی قوت مانگ رہا تھا

جیت

ڈاکٹر ذیشان الحسن عثمانی

NEW
Zaiby Jewellers
CLIFTON
ZJ
A trusted name in jewellery since 1974
newzaibyjewellers
Witness the exclusivity of our new festive jewellery collection
Gold grandeur to Polki exclusive jewels, visit New Zaiby Jewellers to get a glimpse.
FOR DETAILS
021 35835455, 35835488
S-11, Yousuf Grand Square, Block 8, Clifton, Karachi
newzaibyjewellers@gmail.com

حضرت عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ

محمد حذیفہ رفیق

وہ معمول کے مطابق بازار کی طرف چلا جارہا تھا' چال ڈھال سے انتہائی با سلیقہ معلوم ہو رہا تھا' چہرے پر سنجیدگی اور سمجھ داری کے آثار صاف ظاہر تھے' شیخ کچھ دور تشریف رکھتے ہیں' انھوں نے پہلی نگاہ میں ہی اس نوجوان کے چہرے سے چھلکتی ہوئی ذہانت اور فطانت کو بھانپ لیا' ہاتھ کے اشارے سے اس کو اپنی طرف متوجہ کیا' شیخ کا اشارہ پاتے ہی وہ شیخ کی جانب مڑ گیا' مصافحہ کے بعد شیخ نے سوال کیا: ''بیٹا! کیا کرتے ہو؟''

نوجوان: ''آگے بازار میں ایک دکان پر کام سیکھ رہا ہوں۔''

شیخ: ''اچھا بیٹے۔۔۔اور کچھ علما کے حلقوں میں اور درس میں بھی آتے جاتے ہو؟''

نوجوان کو کچھ شرمندگی محسوس ہوئی' کہنے لگا: نہیں حضرت! علما کے حلقوں میں تو بہت کم ہی حاضر ہوتا ہوں۔ شیخ نے نوجوان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور مسکرا کر فرمایا: ''بیٹا! علم حاصل کرو' علما کی مجالس میں جایا کرو' مجھے تمہارے اندر بہت بلند صلاحیتیں اور اونچے عزائم نظر آرہے ہیں۔۔!''

نوجوان کہتا ہے: ''شیخ کی اس نصیحت کا مجھ پر غیر معمولی اثر ہوا' چناں چہ اس کے بعد میں نے بازار جانا چھوڑ دیا اور علما کی مجالس میں جانے لگا' اللہ تعالی جزائے خیر دے ان کو' ان کی نصیحت نے مجھے بڑا نفع پہنچایا۔'' اور پھر یہی نوجوان زمانے کا امام بنا۔ ساری دنیا میں اس کے علم کا ڈنکا بجا اور مشرق و مغرب میں اس کی سمجھ بوجھ کے چرچے ہوئے' کون جانتا اور کون پہچانتا اس کو اگر وہ دکان پر بیٹھ کر کام سیکھتا اور خوب مال و دولت کما لیتا' لیکن آج ساری دنیا اس نوجوان کو امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کے نام سے جانتی ہے۔ اور اس سے بھی عجیب بات یہ کہ اس نوجوان کو علم کے راستے پر ڈالنے والے مردم شناس شیخ سے بہت کم لوگ واقف ہیں' جی ہاں! عامر بن شراحیل شعبیؒ ہی وہ بلند ہستی ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کے استاذ بھی ہیں' جن کی نصیحت کے ذریعے اللہ تعالی نے ان کو امام اعظم بنایا۔ اگلی سطور میں ان شاء اللہ انہی کا تعارف اور حالات آرہے ہیں۔

◆◆◆

بڑے تابعی: عامر بن شراحیل شعبیؒ 28ھ میں پیدا ہوئے' بہت کم زور جسم والے تھے۔ بہت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملے' ان کی صحبت میں رہے اور ان سے علم حاصل کیا' جن میں حضرت علی بن ابی طالب' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت ابو ہریرہ' حضرت عبد اللہ بن عمر' حضرت سعید بن زید' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ حضرات سرفہرست ہیں۔ اسی لیے ان کا شمار کبار (بڑے) تابعینؒ میں ہوتا ہے۔ خود فرماتے تھے: ''میں نے پانچ سو صحابہ کو پایا ہے۔'' (یعنی ان کو دیکھا ہے' اگرچہ ان میں سب سے علم حاصل نہیں کیا)۔

◆◆◆

اقوالِ علما: حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں: ''میں نے شعبی سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔''

ابو حصین کہتے ہیں: ''میں نے شعبی سے زیادہ دین کے مسائل کی سوجھ بوجھ رکھنے والا نہیں دیکھا۔'' ابن سیرینؒ فرماتے ہیں: ''میں کوفہ آیا' تو شعبیؒ کا بہت بڑا حلقۂ درس دیکھا' حالاں کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے کافی سارے صحابہ حیات تھے۔'' ابو مجلزؒ کہتے ہیں: ''میں نے شعبی سے بڑا فقیہ (دینی مسائل کی سمجھ رکھنے والا) نہیں دیکھا' نہ سعید بن مسیّب' نہ طاؤس بن کیسان' نہ عطا بن ابی رباح' نہ حسن بصری اور نہ ابن سیرین' میں نے ان سب کو دیکھا ہے' لیکن مسائلِ دین کے سمجھنے میں کوئی بھی شعبی کے برابر نہ تھا۔''

داؤد بن ابی ہند کہتے ہیں: ''میں شعبی سے بڑے عالم کے ساتھ کبھی نہیں بیٹھا۔''

یونس بن ابی اسحاق کہتے ہیں: ''میں شعبیؒ کے ساتھ تھا' وہ عصر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے اور لوگوں نے ان سے مسائل پوچھنا شروع کیے اور مغرب تک لوگ ان سے مسائل پوچھتے

رہے اور وہ جواب دیتے رہے۔"

حافظہ: فرماتے ہیں: "میں نے آج تک (احادیث اور روایات میں سے) جو کچھ بھی لکھا ہے وہ سب یاد ہو گیا ہے اور مجھ سے آج تک جس نے جو بھی حدیث بیان کی ہے وہ مجھے یاد ہو گئی ہے اور مجھے کبھی اس کی ضرورت بھی نہیں پڑی کہ وہ شخص حدیث دہرائے۔" فرماتے تھے: "بیس سال ہونے کو آئے ہیں، کہ جب بھی کوئی شخص حدیث بیان کرتا ہے، تو وہ حدیث مجھے اس سے زیادہ اچھی طرح معلوم ہوتی ہے اور جو علم میں بھول چکا ہوں (وہ اتنا زیادہ ہے کہ) اگر کوئی اتنا علم یاد کر لے تو بہت بڑا عالم بن جائے گا۔" فرماتے ہیں: "سب سے کم مجھے جس چیز کا علم ہے وہ اشعار ہیں، اور اگر میں چاہوں تو ایک مہینے تک تمھیں اشعار سناتا رہوں، اور کوئی ایک شعر بھی دو دفعہ نہیں سنو گے۔"

غزوات کا علم: حضرت شعبیؒ مسجد میں نبی کریم ﷺ کے غزوات کے واقعات اور حالات بیان کر رہے تھے، سامنے سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گزرے، (یہ مشہور صحابی ہیں، غزوہ بدر اور احد کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے ہیں) انھوں نے جب شعبیؒ کی گفتگو سنی تو فرمانے لگے: "ایسا لگتا ہے جیسے یہ نوجوان ان تمام غزوات میں ہمارے ساتھ شریک رہا ہو، میں ان غزوات میں موجود تھا، لیکن اسے ان واقعات کا علم بھی مجھ سے زیادہ ہے اور یاد بھی بہت خوب ہے۔"

عالمِ ربّانی کی خشیتِ الٰہی: شعبیؒ بہت بڑے عالم تھے، تابعی تھے اور عمل والے بھی تھے، لیکن اس کے باوجود عجیب بات ارشاد فرماتے تھے، کہتے تھے: "کاش کہ میں قیامت کے روز اس علم کی وجہ سے برابر سرابر چھوٹ جاؤں، نہ میرے ذمے کچھ ہو اور نہ مجھے کچھ ملے!" اور فرماتے تھے: "کاش کہ میں نے یہ علم (قرآن وحدیث) سیکھا ہی نہ ہوتا!" انھوں نے یہ بات کیوں کہی؟ اس کے بارے میں علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: "کیوں کہ یہی علم عالم کے خلاف قیامت کے روز حجت اور گواہ بھی بن سکتا ہے (اگر اس نے اپنے علم پر عمل نہیں کیا) لہٰذا ضروری ہے کہ عالم خود بھی اپنے علم پر عمل کرے اور دوسروں کو شفقت اور محبت سے اس کی تلقین کرے، نیک کام کا حکم کرے، برے کام سے منع کرے۔ (اور خطرہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ) اس علم میں اخلاص ضائع ہونا کا بہت ڈر ہے کہ علم حاصل کرنے والے کا مقصود لوگوں کا سامنے کرنا ہو اور محض بحث اور گفتگو کرنے کے لیے علم حاصل کر رہا ہو یا عزت اور جاہ، نام اور شہرت مقصود ہو، یا فانی دنیا کا مال و دولت کو مقصد بنالے (تو ان تمام صورتوں میں یہ علم اس عالم کے لیے وبال بن سکتا ہے، اس لیے علّامہ شعبیؒ ڈرتے اور گھبراتے تھے)۔"

کسی نے ان کو عالم کہہ کر مخاطب کیا، تو انھوں نے فوراً کہا: "عالم تو وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے!" لیث کہتے ہیں: "میں شعبیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کچھ مسائل پوچھنے لگا، لیکن میں جب بھی مسئلہ پوچھتا وہ چہرہ پھیر لیتے اور سر جھکا لیتے، آخر میں نے تنگ آ کر کہا: "اے علما کی جماعت، اے فقہا کی جماعت، آپ لوگ احادیث تو بیان کرتے ہو، لیکن مسائل پوچھتے ہیں تو آپ سر جھکا لیتے ہو۔" شعبیؒ سمجھ گئے کہ وہی اس جملے کے مخاطب ہیں، فرمانے لگے: "اے علما کی جماعت، اے فقہا کی جماعت، نہ تو ہم علما میں سے ہیں اور نہ ہی فقہا میں سے ہیں! ہم نے کچھ حدیثیں سنی ہیں، وہ تمھیں سنا دیتے ہیں، جیسے ہم نے سنی ہیں اور در حقیقت فقیہ (دین کی صحیح سمجھ رکھنے والا) تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے خوب بچے اور عالم تو وہ ہے جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو!"

وفات: 104ھ میں انتقال ہوا۔ حضرت حسن بصریؒ کو ان کے انتقال کی خبر پہنچائی گئی، تو فرمایا: "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ، واللہ! وہ عمر میں بھی بڑے تھے اور ان کا علم بھی بہت زیادہ تھا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اسلام اور اہلِ اسلام کے لیے بہت اہم شخصیت تھے۔" اور امام ابن سیرینؒ کو بھی جب شعبیؒ کی وفات کی اطلاع پہنچی تو انھوں نے بھی اسی طرح کے حسرت بھرے جملے ارشاد فرمائے۔

بقیہ
برکت والا دن

"سر! ایک اور بھی چیز لکھی تھی میں نے، شاید آپ بھول رہے ہیں۔" التمش نے کچھ یاد دلانا چاہا۔
"وہ کیا؟"
"برکت، سر! سورج طلوع ہوتے ہی انسان کے جسم کے خلیات کو جاگ اٹھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ اللہ کا نظام ہے سر! ہم اسے تبدیل نہیں کر سکتے۔ دیر سے اٹھنے کے بے کار فیشن کے چکر میں، ہم خود کو بے کار کر رہے ہیں اور اس برکت کا کیا کوئی نعم البدل ہے، جو اللہ نے صبح کے وقت میں ہمارے لیے رکھ چھوڑی ہے، جسے فیشن کے چکر میں ہم نظر انداز کرتے ہوئے کفرانِ نعمت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔" التمش کے جواب نے انھیں سوچنے پر مجبور کر دیا۔
"مجھے تمھاری باتیں، عزائم، جستجو اور آنکھوں میں موجود اس چمک نے بہت متاثر کیا ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ تمھارے مقصد کے تحت کچھ تبدیلی لا سکوں۔" جاتے وقت کملانی صاحب نے التمش سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ اگلے دن ماموں جان نے بتایا کہ مارکیٹ جلدی کھولنے کی سرگوشیوں نے دکانداروں کے درمیان ہلچل مچا دی ہے۔ کچھ لوگ اس کے حق میں ہیں، لیکن اس کے خلاف ہونے والوں کی تعداد کچھ زیادہ ہے۔ التمش دل ہی دل میں بہت خوش تھا۔ اس کے جانے کا وقت بھی قریب تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کے جانے سے پہلے یہ تبدیلی آ جائے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ "ہمارے ملک میں یہ سب اتنا آسان نہیں ہوتا۔" قاسم نے ائیر پورٹ کے سفر پر اس سے کہا۔ "وقت لگے گا، میں تمھیں آگاہ کرتا رہوں گا۔" تھائی لینڈ پہنچ کر التمش روز قاسم کے فون کا انتظار کرتا۔ اس کے پوچھنے پر قاسم ٹال مٹول سے کام لیتا رہا، اس بات نے التمش کو پریشان کر دیا تھا۔ آخر اس نے ماموں جان کو فون لگا کر پوچھ ہی لیا: "ماموں جان! کملانی صاحب کیسے ہیں؟"
"بیٹا! وہ بہت اچھے ہیں۔ انھیں تمھاری بات بہت اچھی سمجھ آ گئی تھی اور انھوں نے اپنی مختلف تقریروں اور دکان داروں سے انفرادی ملاقات میں بہت سوں کو تیار کر لیا اور انھوں نے اپنے طور پر دکانیں کھولنا بھی شروع کر دیں، مگر بہت سوں نے ان کی مخالفت بھی کی، بلکہ ان سے ناراض بھی ہو گئے، جس سے وہ کچھ اپ سیٹ بھی ہیں۔" "ماموں جان! آپ ان کو میرا سلام کہیے گا اور یہ پیغام بھی دیجیے گا کہ ان لوگوں کو ابھی احساس نہیں ہے، مگر آپ نے جو صبح کی برکتیں سمیٹنے کا فیصلہ کیا ہے، وہ آپ لوگوں کو ضرور مل کر رہیں گی۔" چھوٹے سے بچے کے اس پیغام نے کملانی صاحب کو ایک بار پھر تازہ دم کر دیا۔

یومِ تجدیدِ عہد

عبدالمغیث مجاہد

22 مئی 1974ء کا دن تھا۔ ملتان نشتر میڈیکل کالج کے سو طلبا سیر و سیاحت کے لیے ملتان سے پشاور جارہے تھے، جوں ہی ٹرین چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر پہنچی تو قادیانیوں نے اپنی عادت کے مطابق اِرتداد اور زندقہ پر مبنی لٹریچر تقسیم کرنا شروع کردیا اور اسلام مردہ باد، محمدیت مردہ باد کے نعرے لگانا شروع کردیے۔ قادیانیوں کی اس غنڈہ گردی کو دیکھ کر مسلمان طلبا طیش میں آگئے۔ یہ طلبہ فتنۂ قادیانیت سے مکمل طور پر آشنا تھے۔ حضور ﷺ کی عزت و ناموس پر مرمٹنے کا عزم رکھتے تھے، انھوں نے بھی اسلام زندہ باد قادیانیت مردہ باد کے نعرے لگائے۔ قریب تھا کہ مسلمانوں اور قادیانیوں میں تصادم ہوتا کہ ٹرین چل پڑی۔

قادیانیوں نے مسلمان طلبا کے جوابی نعروں کی اطلاع مرزا غلام احمد قادیانی کے چوتھے خلیفہ مرزا طاہر کو دی، جو چناب نگر میں رہائش پذیر تھا اور اسے بتایا کہ آج ہمارے زیرِ اثر علاقے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف مسلمان طلبا نے زبان درازی کی ہے۔ قادیانیت مردہ باد کے نعرے لگائے گئے ہیں۔ مرزا طاہر نے یہ بات فوری طور پر مرزا غلام احمد قادیانی کے تیسرے خلیفے مرزا ناصر کو کی اور قانونی چارہ جوئی کا مشورہ دیا۔ مرزا ناصر نے بھی فی الفور اس وقت کے وزیرِ اعظم سے ملاقات کی اور پیش آنے والے سانحے سے، انھیں باخبر کیا۔ وزیرِ اعظم نے کہا: میں تو سمجھتا تھا کہ آپ کی جماعت بہت مضبوط جماعت ہوگی، جس نے پورے چناب نگر پر قبضہ جما رکھا ہے، مگر یہ تو چوہوں سے بھی زیادہ بزدل نکلے، یہ تو چند مسلمانوں کو ہی نہ سنبھال سکے۔ یہ سننا تھا کہ مرزا ناصر کا سر شرمندگی سے خم ہوگیا۔ مرزا صاحب دبے قدموں واپس لوٹ گئے اور انھوں نے مسلمان طلبہ سے انتقام لینے کی ٹھان لی۔

9 دن گزر گئے۔ 29 مئی کو ان طلبا کی واپسی تھی۔ طلبا کا ایک بار پھر ٹرین پر سفر شروع ہوا اور ٹرین فرّاٹے بھرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف بڑھتی جارہی تھی۔ لالیاں، نشتر آباد، سرگودھا وغیرہ اسٹیشنوں پر قادیانی عملہ تعینات تھا اور جونہی ٹرین چناب نگر اسٹیشن پر آئی تو قادیانیوں نے جارحانہ و سنگدلانہ کھیل کھیلا۔ مسلمان طلبا کے دونوں ڈبوں کے اطراف سے گھیراؤ کرلیا اور طلبا پر آہنی سلاخوں، لوہے کے تاروں اور آہنی پنجوں سے حملہ کیا، ان کے کپڑے پھاڑ دیے، جسم زخموں سے چور چور کردیے۔

قادیانیوں کے اس ظلم و تشدّد سے مسلمان طلبا کی قربانی کے نتیجے میں ملک بھر کے مسلمان سراپا احتجاج ہوگئے اور ملک کا پہیہ جام کر کے رکھ دیا۔ پورے ملک میں ختمِ نبوت زندہ باد اور قادیانیت مردہ باد کے نعرے لگنا شروع ہوگئے۔ خطیبوں اور واعظین نے بھی اپنا فریضہ نبھاتے ہوئے عقیدۂ ختمِ نبوت کی سچائی اور فتنۂ قادیانیت کے دھوکے سے عوام کو روشناس کرایا۔ علمائے کرام نے بھی باقاعدہ تحریک کا آغاز شروع کردیا اور یوں تحریکِ ختمِ نبوت وجود میں اور مسلمانوں کی اس انتھک محنت کے نتیجے میں تین ماہ بعد نیشنل اسمبلی آف پاکستان نے 7 ستمبر 1974ء کے دن قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ الحمد للہ! چناں چہ 7 ستمبر 1974ء کے دن ہماری قومی و ملّی تاریخ میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ دن مسلمانوں کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ دن ہمیں حضور ﷺ سے عشق و وفا کی یاد دلاتا ہے۔

آج ہم ایک بار پھر ستمبر کے مہینے میں اللہ رب العزت سے عہد و پیمان کرتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی عزت و ناموس اور عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ انشاء اللہ!

ہم نے ہر دور میں تقدیسِ رسالت کے لیے
وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
توڑ کر سلسلہ رسمِ سیاست کا فسوں
اِک فقط نامِ محمد سے محبت کی ہے

Your Friend In Real Estate

جُنید امین

الحمدللہ پورے اطمینان اور بھروسے کے ساتھ
بحریہ ٹاؤن، ڈی ۔ایچ ۔اے سٹی اور ڈیفنس کراچی میں
محفوظ اور منافع بخش سرمایہ کاری۔
معلومات اور مشورے کے لیے

جُنید امین

BAHRIA TOWN

PAKISTAN DEFENCE OFFICERS HOUSING AUTHORITY
HOME FOR DEFENDERS

DHA CITY

نزد مسجد بیت السلام، خیابان جامیِ، فیز 4، ڈیفنس، کراچی

021-35313254 - 0300-9213373 junaidameen@live.com

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

محرّم کی رُسوم

سوال : محرم کی دسویں تاریخ کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ کے موقع پر روافض کی دیکھا دیکھی بہت سارے سنّی مسلمان بھی رسمِ تعزیہ داری ماتم، واویلا اور نوحہ کرتے ہیں، مرثیے گاتے ہیں اور سیاہ لباس پہنتے ہیں۔ اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک اس کی اصل کیا ہے؟

جواب : حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت یقیناً ایک دردناک حادثہ ہے اور خاندانِ نبوت سے عقیدت کا تعلق رکھنے والوں کے لیے روح فرسا واقعہ ہے، سب کو اس سے عبرت حاصل کرنا لازم ہے کہ حق پر کس طرح قائم رہنا چاہیے، کسی جابر طاقت کے سامنے جھکنے سے جامِ شہادت نوش کرنے کا مقام بہت بلند ہے، لیکن یہ انتہائی بدقسمتی اور حرمانِ نصیبی ہے کہ جرأت و حق گوئی کا سبق حاصل کرنے کی جگہ پر ان جاہلانہ اور زنانہ مراسم نے قبضہ کرلیا ہے اور اب ان ہی کے ذریعہ حق وفاداری ادا کیا جاتا ہے۔

شہدائے کربلا کے لیے ایصال ثواب کا حکم

سوال : شہدائے کربلا کی روحوں کو ثواب پہنچانے کی نیت سے محرّم کی دسویں تاریخ کو حلیم یا کھچڑی پکانا کیسا ہے؟

جواب : شہدا اور دیگر مرحومین کو ایصال ثواب کرنا شرعاً درست بلکہ مستحب ہے، لیکن اس کے لیے کسی دن کو خاص کردینا یا کھانے پینے کی کسی شے کو خاص کردینا بدعت اور ناجائز ہے، چوں کہ دسویں محرّم کو حلیم اور کھچڑی وغیرہ پکانا بھی کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، اس لیے درست نہیں ہے۔

محرّم کے شربت کا حکم

سوال : محرّم کے دنوں میں بہت سارے مسلمان سبیل لگاکر چندہ جمع کرکے شربت پیتے اور پلاتے ہیں، کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب : یہ پابندی بھی غلط اور غیر ثابت ہے، اگر سردی کا موسم ہو تب بھی شربت ہی پلایا جاتا ہے۔ دراصل ایک غلط عقیدہ کو بھی اس میں دخل ہے، وہ یہ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ پیاسے شہید کیے گئے اور یہ شربت ان کے پاس پہنچ کر ان کی پیاس بجھائے گا اس عقیدہ کی اصلاح ضروری ہے، یہ شربت وہاں نہیں پہنچتا نہ ہی ان کو ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں عطا کر رکھی ہیں، جن کے مقابلہ میں یہاں کا شربت کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

ضرورت پڑنے پر نامحرم عورتوں سے گفتگو

سوال : اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مردوں اور عورتوں کو الگ الگ مخاطب کرکے پردے کا حکم دیا ہے، جس کی بناء پر عورتوں پر نامحرموں سے پردہ کرنا اور مردوں کو نامحرم عورتوں کی طرف نہ دیکھنا فرض ہے، لیکن اس پُرفتن دور میں اس حکم پر عمل کرنا، بظاہر مشکل، بلکہ ناممکن نظر آرہا ہے، اس لیے کہ جدھر نظر ڈالیں ہر طرف عورتیں ہی عورتیں نظر آتی ہیں۔ دفتروں میں بحیثیت آفیسر یا سیکرٹری، اسپتالوں میں بحیثیت ڈاکٹر یا نرس، دکانوں میں بحیثیت مالک یا نوکر اور کالجوں ویونیورسٹیوں میں بحیثیت پرنسپل یا استاذ، اسی طرح دیگر شعبوں میں خواتین کسی نہ کسی عہدہ پر فائز ہیں اور کام کرنے میں انہی سے واسطہ پڑتا ہے اور ان سے مخاطب ہوکر بات کرنے پر ان پر نظر پڑتی ہے، اگر ان کی طرف مخاطب نہ ہوں تو کام نہیں ہوتا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ ایسی مجبوری کی حالت میں شریعت کی طرف سے کیا حکم ہے؟ آیا ان سے مخاطب ہونا اور ان کی طرف دیکھنا درست ہوگا یا نہیں؟

جواب : واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کسی ایسے کام کے کرنے یا اس سے رکنے کا حکم نہیں دیا ہے جو اس کی طاقت وبساط سے بڑھ کر ہو اس لیے (زمانہ جتنی بھی کروٹیں بدلے، گردشِ افلاک جتنے بھی تغیرات ظاہر کریں) شریعت کے کسی حکم سے متعلق یہ عذر قابلِ قبول

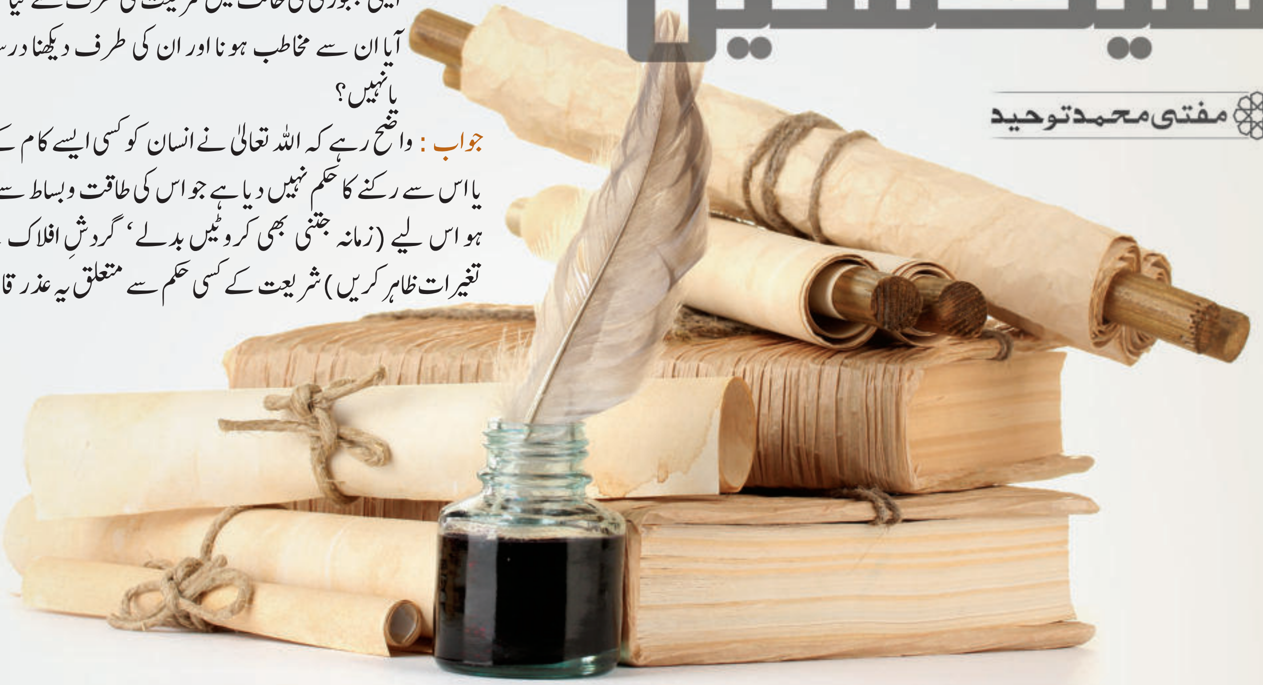

نہیں ہے کہ فلاں حکم پر عمل کرنا کسی کے لیے بھی ممکن نہیں رہا۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں شریعت کی طرف سے حکم یہ ہے کہ جب سخت مجبوری کی بناپر کسی نامحرم سے بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات نہ کی جائے، بلکہ حتی الامکان نگاہ بچا کر بات کی جاسکتی ہے۔

مشترکہ مکان میں شرعی پردہ کرنے کا طریقہ

سوال: جس گھر میں پورا خاندان ساتھ رہتا ہو، وہاں پر شرعی پردہ کیسے کیا جائے؟ جبکہ نامحرموں (دیور، جیٹھ وغیرہ) کی آمد ورفت بکثرت رہتی ہو؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں مجبوراً اتنا پردہ بھی کافی ہے کہ عورت حتی الامکان کھلے چہرے کے ساتھ سامنے نہ آئے، بلکہ گھونگٹ لٹکائے اور نامحرم کے ساتھ خلوت کا موقع بھی آنے نہ دے، ہنسی مذاق سے پوری احتیاط رکھے۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ مکان میں تنگی کی وجہ سے اتنی گنجائش نہ ہو کہ نامحرم کی آمد کے وقت عورت مکان کے اندرونی حصہ میں جاسکے یا پردہ درمیان میں لٹکا سکے۔ اگر اس کی گنجائش ہو تو چہرہ چھپا کر بھی سامنے آنے سے اجتناب کریں۔ یہ تو عورتوں کا حکم ہے۔ مردوں کے لیے حکم یہ ہے کہ گھر میں اطلاع دیکر داخل ہوں، نگاہ نیچی رکھیں اور ہنسی مذاق نیز خلوت سے مکمل احتیاط کریں۔

والدین کی زندگی میں بیٹے کا اپنے نام جائیداد خریدنا

سوال: عمر نے اپنے والد زید کی حیات میں اس کے سرمایہ سے ایک مکان اور کچھ جائیداد اپنے نام سے خریدی، لیکن مرحوم (زید) نے نہ کوئی اعتراض کیا اور نہ اسے اپنے نام منتقل کرایا، البتہ وہ زید کے استعمال میں رہی اور 19 سال تک زید اس کی آمدنی کو اپنے استعمال میں لاتے رہے۔ اب سوال یہ ہے کہ زید کے انتقال کے بعد وہ زمین عمر کی ہی رہے گی جیسا کہ اس نے اپنے نام پر خریدی تھی یا زید کے ترکے میں شامل سمجھی جائے گی جیسا کہ 19 سال تک اس کے استعمال میں رہی ہے؟

جواب: عمر نے جو زمین اپنے والد کی حیات میں اپنے نام سے خریدی ہے اور باپ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور نہ اپنے نام منتقل کروائی اور نہ انتقال رسمی کا مطالبہ کیا اور نہ اس بات کا کوئی ثبوت ہے کہ عمر کے نام خریداری کی کاروائی فرضی طور پر کسی مصلحت سے کی گئی ہے، ورنہ اصل خریداری زید کے لیے تھی تو اس صورت میں وہ زمین عمر ہی کی قرار پائے گی اور باپ کا اس کی آمدنی میں تصرف کرتے رہنا یہ والد کے مالک بننے کی علامت نہ ہوگی، کیوں کہ باپ کے استعمال کی وجہ مکان کا مشترکہ ہونا اور باپ کا سربراہ ہونا تھا نہ کہ مالک ہونا۔

بیوی کے نام زمین خریدی تو مالک کون ہوگا؟

سوال: بعض لوگ پلاٹ یا مکان خریدتے وقت اپنے نام کے بجائے بیوی یا بچوں میں سے کسی کا نام لکھوا دیتے ہیں، سرکاری کاغذات میں بھی وہ پلاٹ یا مکان اسی کے نام پر ہوتا ہے جس کا نام ابتدا میں لکھوایا گیا ہے۔ اب جواب طلب امر یہ ہے آیا اس مکان یا پلاٹ کا مالک خود خریدار ہوگا یا وہ جس کے نام پر یہ پلاٹ یا مکان خریدا گیا ہے؟

جواب: واضح رہے کہ پلاٹ یا مکان خریدتے وقت اگر خریدار کی نیت اس کو بیوی کو ہبہ کرنے کی اور پھر وہ ان کو ہبہ کر کے مالکانہ قبضہ بھی دیدے، تب تو یہ زمین بیوی کی ملکیت سمجھی جائے گی اور اگر خریدار کی نیت ہبہ کرنے کی نہ ہو اور نہ ہی اس نے ایسے الفاظ استعمال کیے جو ہبہ پر دلالت کرے، بلکہ اس نے محض کسی مصلحت کی وجہ سے سرکاری کاغذات میں بیوی، کا نام اندراج کرادیا تھا تو اس سے بیوی مالک نہیں ہوتی، بلکہ شوہر ہی مالک رہا۔ خلاصہ کلام یہ کہ صرف نام اندراج کرانے سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ ملکیت کے ثبوت کے لیے ہبہ اور قبضہ ضروری ہے، جب تک خریدنے کے بعد باضابطہ ہبہ کر کے قبضہ میں نہ دیدیا جائے، صرف نام لکھوانے کی بناپر ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔

”اسلامی سوشلزم“ سے کیا مراد ہے؟ اور اس کی شرعی حیثیت

سوال: اسلامی سوشلزم کیا ہے؟ اور کیا موجودہ حالات میں اس کو قبول کرنا ہمارے لیے درست ہے؟

جواب: کچھ عرصے سے ہمارے معاشرے میں یہ وبا چل نکلی ہے کہ مغرب سے آئے ہوئے ہر غلط یا صحیح نظریے کے ساتھ صرف ”اسلامی“ کا نام لگا کر اسے بزعم خود ”مشرف بہ اسلام“ کرلیا جاتا ہے، پھر اس کی تبلیغ شروع کردی جاتی ہے۔ اسلامی سوشلزم کا نعرہ بھی ایسا ہی ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور سوشلزم زندگی کے دو بالکل مختلف نظام ہیں جن میں مطابقت ممکن نہیں۔

سوشلزم درحقیقت سرمایہ دارانہ نظام کی ہلاکت آفرینیوں کا ایک جذباتی ردعمل ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں انفرادی ملکیت کو بہت اہمیت دی گئی۔ اس میں غریبوں کے خون چوسنے کا جو ظالمانہ کھیل کھیلا گیا اس سے متاثر ہو کر سوشلزم کے علم برداروں نے انفرادی ملکیت کا سرے سے انکار کردیا، لیکن بے چارا مزدور سوشلزم میں بھی اتنا ہی بے بس ہے جتنا سرمایہ داری میں تھا۔

اسلامی نقطۂ نظر سے سرمایہ داری کی خرابیوں کا علاج انفرادی ملکیت کا خاتمہ نہیں ہے، بلکہ انفرادی ملکیت کی خودغرضی اور بے لگامی کو ختم کرنا ہے، چناں چہ اسلام میں انفرادی ملکیت کو تسلیم کیا گیا ہے، لیکن سود کی حرمت اور زکوۃ، صدقات، نفقات، کفارات، عشر وخراج اور وراثت وغیرہ کے احکام کے ذریعے اس نے اس ملکیت کو حدود کا پابند بنا دیا ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ سوشلزم کی بنیاد جس نظریے پہ قائم ہے اسلام اس بنیاد ہی کو تسلیم نہیں کرتا، اس لیے دونوں میں نظریاتی مصالحت کا کوئی امکان نہیں، اسلام سوشلزم نہیں بن سکتا اور سوشلزم اسلام نہیں کہلا سکتا، لہٰذا ”اسلامی سوشلزم“ کا نعرہ ایک مہمل نعرہ ہے جو دونوں معاشی نظاموں یا کم از کم اسلامی نظام معیشت سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ پاکستان میں ہماری ضرورت ”اسلام“ ہے ”سوشلزم“ نہیں۔

کسی کافر ملک کا ویزا حاصل کرنے کے لیے ویزا فارم میں اپنے آپ کو قادیانی لکھنے کا حکم

سوال: بعض مسلمان کسی کافر ملک کا ویزا سہولت سے حاصل کرنے کے لیے یا کسی اور بنیادی مصلحت کے لیے پاسپورٹ اور ویزا کے فارم میں اپنے آپ کو قادیانی لکھ دیتے ہیں۔ ایسا کرنے والے کے لیے شرعی کیا حکم ہے؟

جواب: کسی کافر ملک کا ویزہ حاصل کرنے کے لیے یا کسی اور دنیوی مصلحت کے لیے پاسپورٹ اور ویزا فارم پر مذہب کے خانے میں کسی مسلمان کا دیدہ ودانستہ اپنے آپ کو قادیانی لکھنا صراحتاً کافر مذہب کی طرف اپنی نسبت کرنا ہے جو سراسر کفر ہے۔ اگر کوئی ایسا کرلے تو ایسے شخص پر واجب ہے کہ فوراً صدقِ دل سے توبہ کرلے اور تجدید ایمان کرے اور آیندہ ایسا کرنے سے مکمل پرہیز کرے۔

گاجر

افادیت سے بھرپور سبزی

باورچی خانہ اور ہماری صحت

حکیم شمیم احمد

تعارف

گاجر کو عربی زبان میں جذر اور انگریزی میں Carrot کہتے ہیں۔ اس کا نباتاتی نام DaucusCarota ہے۔

اللہ رب العزت نے گاجر میں بے شمار فوائد رکھے ہیں۔ یہ برِّصغیر پاک و ہند میں کاشت کی جانے والی عام ترکاری ہے، جس کی جڑ اور تخم استعمال ہوتے ہیں۔ گاجر کے اندر سفید رنگت کا سخت مادہ ہوتا ہے، جسے گٹلی کہا جاتا ہے اور یہ کھائی نہیں جاتی۔ گاجر تقریباً دو ہزار سال سے کاشت کی جا رہی ہے۔ شہنشاہ ظہیر الدین بابر تلی ہوئی گاجریں بہت شوق سے کھایا کرتے تھے۔ اسے پکا کر بھی کھایا جاتا ہے۔ جسم کی نمو اور خون صالح کی پیدائش میں اس کا استعمال مفید ہے۔ اس کا مزاج گرم تر ہے۔

گاجر کا رس اور شیر خوار بچے

نوزائیدہ اور کم زور شیر خوار بچوں کو روزانہ تین بار رس پلانے سے کم زور بچے صحت مند رہتے ہیں۔ ان میں امراض سے مقابلہ کرنے کے لیے مدافعت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کی نمو تیز ہوتی ہے۔ اس ضمن میں دودھ پلانے والی مائیں بھی گاجر کا رس پییں تو اثرات دو چند ہو جاتے ہیں۔

گاجروں کا پیسٹ

1۔ گاجروں کو پیس کر تھوڑا سا نمک ملایئے، پھر گرم کر کے خارش کے مقام پر باندھنے سے خارش جلد ختم ہو جائے گی۔

2۔ گاجر کو کچل کر آٹے میں ملا لیجیے، یہ آمیزہ جلے ہوئے حصے یا پھپھولے پر باندھنے سے افاقہ ہوتا ہے اور اگر جلد پر داد ہو جائے تو گاجر کے برادے جیسے باریک ٹکڑے کر لیجیے، پھر اس پر نمک ڈال کر سینک لیں۔ گرم گرم داد پر باندھ دیں تو ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

گاجر کے فوائد

1. تازہ گاجریں کھانے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔
2. بچوں کو گاجر کا رس پلانے سے دانت بآسانی نکل آتے ہیں
3. گاجر کا روزانہ رس پینے سے معدے میں تیزابیت پیدا نہیں ہوتی۔
4. گاجر کھانے سے دودھ بھی خوب ہضم ہوتا ہے۔
5. گاجر کا رس روزانہ پینے سے قلب مضبوط ہوتا ہے اور صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔
6. گاجر کا رس پینے سے دستوں میں بھی افاقہ ہوتا ہے۔
7. گاجر کا رس جسم میں غیر ہضم شدہ مادے اور نقصان دہ عناصر خارج کرتا ہے۔
8. گاجر کا رس السر میں بھی مفید ہے۔
9. ایک ماہ تک گاجر کا رس پینے سے بال تندرست اور سیاہ ہو جاتے ہیں۔
10. گاجر کا استعمال تپِ دِق میں بہت مفید ہے۔
11. گاجر ابال کر پیس لیں بدبودار زخم پر باندھیے زخم صاف اور جلد اچھی ہو جائے گی۔
12. گاجر کے پتے پیس کر آبلے پر ضماد کرنے سے فائدہ ہوتا ہے
13. شہد اور گاجر کا رس ملا کر پینے سے یرقان میں افاقہ ہوتا ہے۔
14. گاجر کا رس مرضِ استسقا میں فائدہ مند ہوتا ہے۔
15. آگ سے جلے مقام پر کچی گاجر کا لیپ کرنے سے آرام آتا ہے۔
16. گاجر قبض ختم کرتی اور بھوک بڑھاتی ہے۔
17. بخار میں گاجر، چقندر اور کھیرے کا رس ہم وزن ملا کر پینا مفید ہے۔
18. گاجر اور سلاد کے پتوں کے رس سے پتھری نکل جاتی ہے۔

گاجر کھالو جان بنالو۔۔۔

گاجروں کو باقاعدگی سے استعمال کرنے کی صورت میں گاجر کولیسٹرول کی مقدار کو کم کر دیتی ہے اور اس کا حلوہ بہت ذائقے دار ہوتا ہے' لیکن اس کے نازک صحت بخش اجزا بھوننے اور زیادہ دیر پکانے کی وجہ سے ختم ہو جاتے ہیں۔ گاجر بنیادی طور پر جسم کی قوتِ مدافعت میں اضافہ کرتی ہے' گویا اس سے جان بنتی ہے' آپ بیماریوں کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ سبزی فروش ٹھیک ہی کہتا ہے "گاجر کھالو جان بنالو۔"

ضعفِ قلب اور خفقان میں یہ نسخہ بہت مفید ہے

ھوالشافی : عمدہ گاجروں کا چھلکا اور گٹھلی دور کیجیے اور پھر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیں' بعد ازاں شہد ملے پانی سے جوش دیں' جب گاجریں گل جائیں تو کپڑے پر پھیلا کر ہوا میں رکھیں' تاکہ پانی خشک ہو جائے' پھر شہد میں ڈال کر ایک دو جوش دے کر اتار لیں اور شیشے کے برتن میں محفوظ کر لیں۔ چالیس دن بعد استعمال کریں۔ بطور خوشبو لونگ' دار چینی' الائچی خورد' جائفل' زرنباد اور زعفران۔ ایک کلو گاجر میں ایک ایک ماشہ کے حساب سے ان سب کا سفوف تیار کر کے شامل کریں۔ خوراک تین تولہ سے پانچ تولہ تک ہے۔

بصارت تیز کرنے کا کلیدی نسخہ

نسخہ : بصارت تیز کرنے کے لیے بغیر رنگ والی سونف ایک پاؤ صاف کر کے چینی کے برتن میں ڈالیے' اس پر ایک پاؤ گاجر کا رس ڈال کر کسی کپڑے سے ڈھانپ دیں' جب پانی جذب ہو جائے تو اسی قدر اور رس ڈال دیں اور تین مرتبہ تر و خشک کرنے کے بعد سونف پیس لیں اور ہم وزن مصری ملا لیں۔ روزانہ ایک تولہ دودھ کے ساتھ کھائیں۔ یہ نسخہ بینائی میں اضافے کے لیے بہت موثر ثابت ہوتا ہے۔ دراصل یہ خاص طور پر آنکھ کے عصبِ بصری (OpticNerve) کو قوت پہنچاتا ہے۔ اس کے علاوہ گاجر میں حیاتین 'ج' بھی نظر کے لیے بہت مفید ہوتا ہے۔ اس کے غذائی اجزا بھی آنکھ کو صحت مند اور بینائی کو محفوظ و قوی رکھتے ہیں۔

گاجر۔۔۔ قیمتی ادویہ کا بہترین نعم البدل

گاجر کا رس متواتر پینے سے جسم کے زہریلے مادّے خارج ہو جاتے ہیں۔ صبح ناشتہ سے قبل اور شام کو ایک گلاس رس کا استعمال بے شمار امراض سے نجات دلاتا ہے۔ یہ قیمتی ادویہ بہترین نعم البدل ہے۔ **نسخہ :** گاجر کا رس تین حصے اور پالک کا رس ایک حصہ سرطان میں مفید پایا گیا۔

پھوڑوں کا غذائی علاج : گاجر کا گرم مرہم باندھنے سے پھوڑے پھنسیوں میں افاقہ ہوتا ہے' کیوں کہ یہ جمع ہوا خون پگھلا دیتی ہے۔

بے خوابی : روزانہ ایک گلاس گاجر کا رس پینا بے خوابی سے نجات دلاتا ہے۔

دل کی دھڑکن کا بڑھنا اور خون گاڑھا ہونا : کچی گاجر اور رس دونوں حالتوں میں استعمال کیے جائیں بہت مفید ہے۔

سر درد : گاجر کا رس چار حصے اور چقندر کا رس ایک حصہ ملا کر پینے سے ہر قسم کا سر درد ٹھیک ہو جاتا ہے۔

قوت یادداشت : صبح 7 بادام کھا کر 100 گرام گاجر کا رس آدھا سیر دودھ میں ملا کر پینے سے قوت یادداشت میں اضافہ ہوتا ہے۔

گاجر کا استعمال۔۔۔ پتھری اور بواسیر کا خاتمہ

پتھری کی ٹوٹ پھوٹ : گردے کے امراض میں گاجر کے بیج دو چمچ ایک گلاس پانی میں اُبال کر پیجیے' یوں پیشاب کھل کر آتا اور گردے صحت مند ہو جاتے ہیں۔ گاجر کا رس دن میں تین بار پینے سے گردے کی پتھری نکل جاتی ہے اور ایک گلاس روزانہ پینے سے پیشاب کی جملہ تکالیف مثلاً درد' جلن وغیرہ ٹھیک ہو جاتی ہے۔

بواسیر کا خاتمہ : کچی گاجریں کھانے یا رس پینے سے یہ مرض جاتا رہتا ہے۔ گاجر کا رس تین حصے اور پالک کا رس ایک حصہ پلانے سے بھی اس مرض میں افاقہ ہوتا ہے۔

ابالی ہوئی گاجر کا استعمال کرے بیٹا کیروٹین کم

گاجروں کو ابالنے کی صورت میں اس کے دو اہم جز یعنی پوٹاشیم کی مقدار ایک تہائی اور فولاد کی مقدار گھٹ کر نصف ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اس کے دوسرے اجزا بھی کم ہو جاتے ہیں' اس لیے گاجر ہمیشہ کچی کھانی چاہیے یا پھر اسے بھاپ میں گلا کر کھانا چاہیے۔ کچی گاجر میں بیٹا کیروٹین کم ہوتی ہے' لیکن پکانے سے اس میں تین گنا اضافہ ہو جاتا ہے اور بآسانی ہضم بھی ہو جاتی ہے۔ بیٹا کیروٹین کی سب سے اہم خاصیت یہ ہے کہ یہ ایک نہایت موثر مانع سرطان ہے۔ تحقیق کے مطابق : بیٹا کیروٹین ہر قسم کے سرطان کو روکتی ہے' گویا گاجر سرطان کی ایک موثر ڈھال ہے۔

Super Kote® PAINT

ROYALE GROUP

سندھ میں ٹوکن کے بغیر رنگ بنانے والی پہلی اور پاکستان کی دوسری کمپنی

رویال پینٹ (سپر کوٹ)

کراچی کے عوام کو مہنگائی سے نجات دو پینٹ کے تمام ڈبوں سے ٹوکن ختم کرو

"حضراتِ اکابرین سے دعاؤں کی درخواست"

کہ اللہ پاک ہمیں استقامت دے اور رنگ سازوں کے شر سے ہمیں

محفوظ رکھے اور ہم سب کو حلال رزق کمانے کی توفیق دے۔ آمین

مساجد اور مدارس کے لئے خصوصی رعایت۔

سپر کوٹ اب نئے اور کم دام میں طلب کریں۔

PLASTIC EMULSION		MATT FINISH		STAINLESS	
~~1400~~ Gallon ~~5400~~ Drum	1100 Gallon 4200 Drum	~~2650~~ Gallon ~~10,400~~ Drum	2350 Gallon 9200 Drum	~~2600~~ Gallon ~~10,200~~ Drum	2300 Gallon 9000 Drum
WEATHER SHELTER		**FILLING PUTTY**		**OIL PRIMER SEALER**	
~~2300~~ Gallon ~~9000~~ Drum	2050 Gallon 8000 Drum	~~950~~ Gallon ~~3600~~ Drum	650 Gallon 2400 Drum	~~1950~~ Gallon ~~7600~~ Drum	1650 Gallon 6400 Drum
ENAMEL		**W.BASE PRIMER**		FOR FREE DELIVERY 0335-2967871 0313-2329526	
~~2550~~ Gallon ~~10,000~~ Drum	2250 Gallon 8800 Drum	~~1750~~ Gallon ~~6800~~ Drum	1450 Gallon 5600 Drum		

ٹوکن سے نجات اعلیٰ کوالٹی کے ساتھ!

Royale Paint Industries (Pvt.) Ltd.

info@superkotepaint.com /superkotepaint www.superkotepaint.com

آمنہ بیگم نے کہا: ''نکاح کروالیتے ہیں' تاکہ محمد اور پریا کو گھر میں آنے جانے کے لیے دقّت نہ ہو اور ثنا اور بلال کے آنے کے بعد ان کی دعوت کریں گے۔'' شکیل صاحب کو ان کا یہ مشورہ بہت اچھا لگا۔ جمعہ کی نماز کے بعد ان کا نکاح ہوا۔ پریا اور زینب دونوں بہت پیاری لگ رہی تھیں۔ دونوں نے ایک ہی رنگ کے جوڑے پہنے ہوئے تھے۔ آمنہ بیگم ! ان دونوں کی نظر اتارے بغیر نہ رہ سکی' جبکہ حامد اور محمود بھی آچکے تھے۔

❀❀❀

محمد نے اپنی پسند سے پریا کا نام شیما رکھا اور وہ پریا آکاش سے شیما صدیقی بن گئی' اس کا یہ نیا اسلامی نام سب کو بہت پسند آیا۔ ثنا اور بلال کی واپسی بھی ہو چکی تھی۔ آج شام کو ثنا آپی اور بلال بھائی کی دعوت تھی۔ زینب نے شیما کو اطلاع دی' اب زینب اور پریا کا رشتہ اور بھی مضبوط ہو چکا تھا۔ زینب نے اسے اچھا سا تیار کیا۔ سادہ سی شیما بہت پیاری لگ رہی تھی' وہ تھی ہی اتنی خوب صورت... ثنا آپی' شیما سے مل کر بہت خوش ہوئیں اور کہنے لگیں: ''اللہ نے بابا پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔'' محمد اور شیما کی شادی کیسے ہوئی' یہ اب تک بلال کو پتا نہیں تھا۔ سب لان میں بیٹھے تھے۔ شیما' ثنا اور زینب اندر سے لوازمات کی ٹرے لے کر آئیں۔ شیما نے دیکھا کہ ایک صوفے پر بابا اور ماما بیٹھے ہوئے ہیں' جبکہ ایک صوفے پر جس کی پیٹھ اس کی طرف تھی' حامد' محمود اور بلال بیٹھے تھے اور ایک صوفہ خالی تھا۔ محمد ابھی تک آفس سے نہیں آیا تھا۔ شیما ابھی آگے بڑھی ہی تھی کہ محمد بھی آگیا۔ محمد نے اپنے مخصوص انداز میں سلام کیا اور بابا کے پاس بیٹھ گیا۔ شیما ٹرے ابھی ٹیبل پر رکھنے کے لیے بڑھی ہی تھی کہ اس کی نظر بلال پر پڑ گئی' وہ حیرت کا بُت بنا اسے دیکھ رہی تھی' جبکہ بلال بھی اسے دیکھ کر ایک جھٹکے سے کھڑا ہو گیا۔ شیما ٹرے رکھ کر سیدھی ہو گئی' اس کی جھیل جیسی آنکھوں میں آنسو بھرنے لگے۔ ثنا اور زینب بھی بیٹھ چکی تھیں۔ بلال اور شیما کو اس طرح کھڑے ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنا' ثنا اور زینب کو عجیب لگا۔ شیما' یک دم جیسے ہوش میں آئی اور چلّائی۔

ارجن بھیّا! آپ یہاں...؟'' اور وہ ''گڑیا...!!'' کہہ کر آگے بڑھے' انھوں نے اسے گلے لگالیا۔ ''بھیّا! آپ مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟''

''میں آگیا نا گڑیا اور... اور ماما کہاں ہیں؟'' اس نے یہاں وہاں دیکھتے ہوئے پریا سے پوچھا۔ سب حیرت سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

''کوئی بتائے گا' یہ سب کیا ہو رہا ہے؟'' ثنا نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''ثنا! یہ میری بہن پریا آکاش ہے۔ میں نے تمھیں بتایا تھا نا۔'' بلال نے کہا۔ ''سچ میں...!!'' زینب آگے بڑھی۔

''ارے' محمد! آؤ نا...!'' بلال نے اسے گلے لگایا۔ ''میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرا بہنوئی تمھارے جیسا نیک انسان ہوگا۔'' یہ کہتے ہوئے وہ محمد کو دیکھنے لگا۔ ''اور میں نے بھی۔'' محمد بولا۔

''ارے...!! کیا حسین اتفاق ہے۔ ہمارے بہنوئی اور بھابھی آپس میں بہن بھائی ہیں۔'' یہ حامد تھا۔

پھر سب نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی' تب ہی مغرب کی اذانیں ہونے لگیں اور سب نماز پڑھنے چلے گئے۔ شیما نے بھی وضو کر کے اپنے رب کے حضور دو رکعت شکرانے کے نفل پڑھے۔

اس طرح بہن بھائی ملے اور زندگی میں گزرے ہوئے حالات و حادثات پر بات کی اور ماما کا سن کر بلال کو بہت دکھ ہوا' مگر وہ خوش تھا کہ وہ مسلمان ہو گئی تھیں' اس نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کی دعا قبول ہو گی اور وہ اپنی ماں کے جنازے کو کندھا بھی دے سکے گا اور گڑیا سے کبھی ملاقات بھی ہو پائے گی۔ دونوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور جس منزل کی انھیں تلاش تھی' اس منزل کو انھوں نے پالیا تھا' پھر بلال نے زیرِ لب یہ شعر پڑھا:

اسلام محبت بھی ہے' اخلاص و وفا بھی
تسکینِ دل و جاں بھی ہے' چہروں کی ضیا بھی
ہر درد کا درماں بھی ہے' پیغامِ شفا بھی
کردار ہی کردار بھی ہے' اسلام کا منشور بھی

آخری قسط

منزل کی تلاش

عاتکہ سلیم

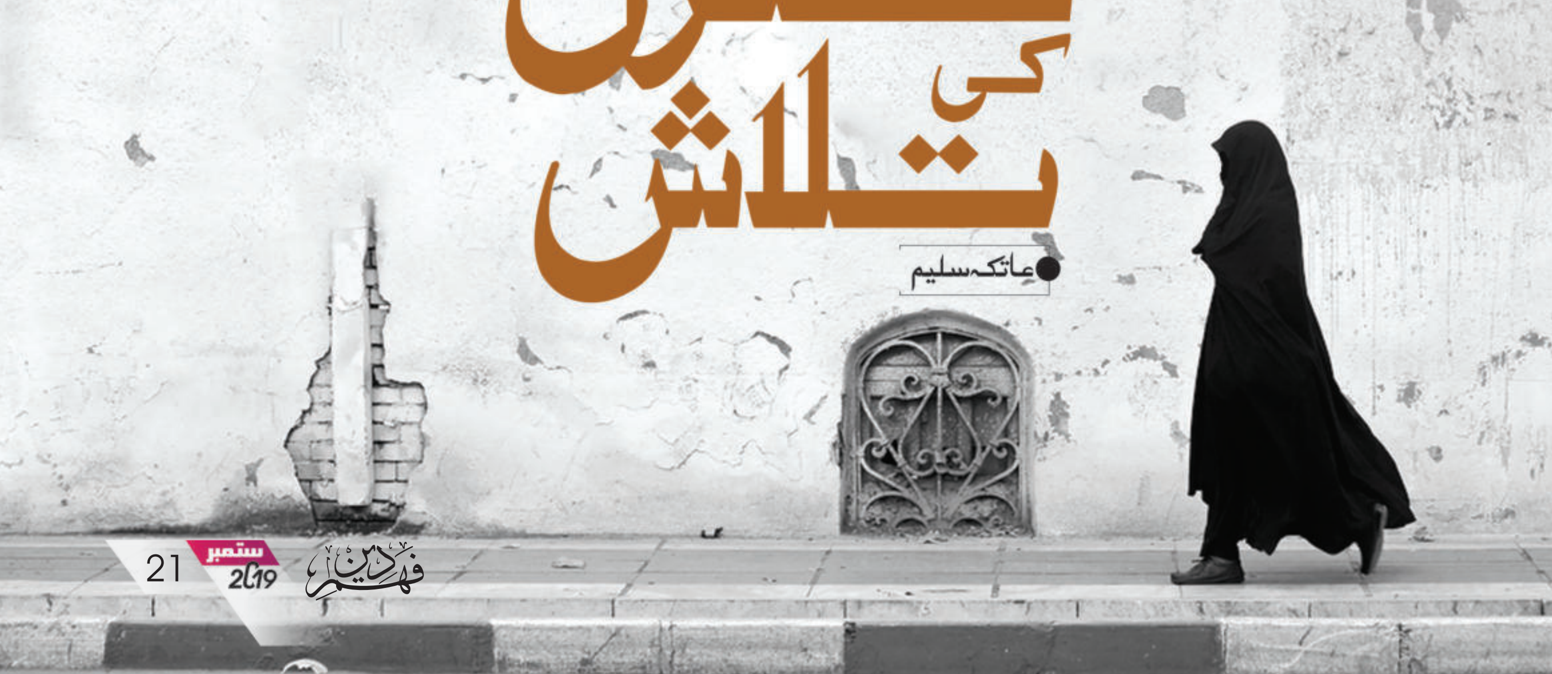

ثانیہ ساجد

برکت والا دن

''اٹھو' قاسم! صبح ہو گئی ہے یار۔۔۔!''التمش کے مسلسل جھنجھوڑنے پر آخر کار قاسم آنکھیں موندتا ہوا اُٹھ بیٹھا۔ وہ ابھی بھی نیند میں تھا' بوکھلایا ہوا سا۔

''ہاں! تو کیا کہہ رہے ہو؟''

''صبح ہو گئی یار! اب اُٹھ بھی جاؤ۔''التمش نے اسے ہوش دلانے کی کوشش کی۔

''کتنے بجے ہیں؟''قاسم نے سر کھجاتے ہوئے پوچھا۔

''ساڑھے سات بج رہے ہیں یار!''

''کیا!''یہ سن کر تو جیسے قاسم کے پیروں تلے زمین نکل گئی اور وہ چادر منہ تک اوڑھ کر سو گیا۔ التمش کا منہ حیرت کے مارے کھلا کا کھلا رہ گیا اور سوچنے لگا کہ یہ کس قسم کے لوگ ہیں۔ دو روز پہلے ہی التمش تھائی لینڈ سے اپنی چھٹیاں گزارنے اپنے ماموں کے گھر آیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہ لوگ صبح سویرے کیوں سوئے پڑے رہتے ہیں۔ تھائی لینڈ میں تو سورج طلوع ہوتے ہی پورا ملک جاگ اٹھتا ہے۔

''تم لوگ کیوں دوپہر تک سوئے رہتے ہو؟''التمش نے اپنی بے چینی کا اظہار کیا۔

''سونا صحت کے لیے اچھا ہے میرے بھائی!''قاسم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے سمجھانے کی کوشش کی۔''اب تم پاکستان آگئے ہو نا تو تم بھی اپنی صحت بہتر کرنے کے لیے ہمارے ساتھ گیارہ بارہ بجے تک سو جایا کرو۔''

''ہرگز نہیں!''التمش کو جیسے جھٹکا لگا۔''میں سو ہی نہیں سکتا اتنی دیر تک! سورج طلوع ہوتے ہی میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ میری صبح سویرے ورزش کرنے کی عادت ہے۔ تم بھی کل صبح میرے ساتھ اٹھ جانا اور مجھے قریب کے کسی پارک لے جانا۔ تازہ ہوا میں ورزش کرنا صحت کے لیے دیر تک سونے سے زیادہ اچھا ہے۔''قاسم کو یوں لگا جیسے التمش نے اسے کسی جرم کی سزا سنا دی ہو' اسے انکار کا کوئی بہانہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ دل ہی دل میں دعا کرنے لگا کہ کل التمش کی آنکھ صبح سویرے نہ کھلے' لیکن اس کی دعا قبول نہیں ہوئی۔

اگلے دن جب صبح ہی صبح قاسم اپنے کزن کو پارک کی جانب لے کر جا رہا تھا تو سڑک پر چھائے سنّاٹے نے التمش کو حیرانی میں مبتلا کر دیا۔

''سڑک اتنی خالی کیوں پڑی ہے؟ لوگوں کو کام پر نہیں جانا کیا؟''

''صبح کے ساڑھے ساتھ بجے کون کام پر جاتا ہے۔''قاسم نے جواب دیا۔

''سورج چڑھ کر آ گیا' روشنی ہر طرف پھیل گئی' یہاں کے لوگوں کو روشنی میں نیند کیسے آ جاتی ہے۔''التمش کو یقین نہیں آ رہا تھا۔''پردہ لگا لیتے ہوں گے کھڑکیوں پر۔'' قاسم نے سوئے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ پارک پہنچ کر جب التمش نے لوگوں کو چہل قدمی اور ورزش کرتے دیکھا تو اس کی جان میں جان آئی' وہ بھی اپنی معمول کی ورزش کرنے میں مصروف ہو گیا' جب کہ قاسم ایک بنچ پر جا کر بیٹھ گیا۔ پورے بیس منٹ بعد اس نے التمش کو وقت بتایا اور گھر واپس چلنے پر اصرار کرنے لگا۔ واپسی میں قاسم التمش کو حلوہ پوری کھلانے کے لیے لے کر گیا۔ حلوہ پوری والے کے پاس لوگوں کا ہجوم دیکھ کر التمش کو خوشی ہوئی۔

''مجھے تو لگتا ہے' پورے پاکستان میں بس تم ہی ہو' جو دیر تک سوئے رہتے ہو۔ دیکھو! باقی سب تو اٹھ کر حلوہ پوری لینے آ گئے ہیں۔''قاسم کو اپنے کزن کی سادگی پر ہنسی آئی۔''پاکستان میں تمہیں کھانے پینے کی ہر چیز پر' ہر وقت لوگوں کا ہجوم ہی نظر آئے گا۔''حلوہ پوری کا ناشتہ کر

کے جب وہ گھر پہنچے تو ابھی صرف ساڑھے آٹھ بجے تھے۔ یہ دیکھ کر قاسم بے حد خوش ہوا۔ ''ارے، واہ! آج تو بڑا ہی برکت والا دن ہے یار! اتنا سب کچھ ہم نے کر لیا، وہ بھی صرف ایک گھنٹے میں۔''

''ارے، تم کہاں چلے؟'' قاسم کو بستر کی طرف جاتا دیکھ کر اس نے پوچھا۔

''تھوڑا سا سونے دو یار! ابھی گیارہ بجنے میں بہت ٹائم باقی ہے۔''

ورزش اور ناشتہ کرنے کے بعد پھر سونا التمش سے کچھ ہضم نہ ہوا۔ التمش کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر قاسم کو اس پر رحم آ گیا۔

''میرے بھائی یہ تھائی لینڈ نہیں ہے۔ یہاں کا ٹائم ٹیبل ذرا مختلف ہے۔''

''صرف تھائی لینڈ کی بات نہیں ہے قاسم! دنیا کے کسی بھی ملک میں ایسا نہیں ہوتا۔ میں اس وقت نہیں سو سکتا۔ تم چلو نا! ہم باہر گھومنے چلتے ہیں اور کچھ خریداری کرتے ہیں۔'' یہ سن کر قاسم ہنس پڑا۔ ''اس وقت ناشتہ کرنے والوں کے علاوہ کوئی دکان کھلی نہیں ملے گی، پھر بھی تمہاری تسلی کے لیے میں تمہیں مارکیٹ کا چکر لگوا لیتا ہوں۔'' التمش اور قاسم باہر گھومنے نکل پڑے۔ یہ دیکھ کر التمش کا منہ پھٹا کا پھٹا رہ گیا کہ دودھ والے، حلوہ پوری والے، بیکری والے، پراٹھے والے، سبزی اور فروٹ والے کے علاوہ تقریباً سب ہی دکانیں بند تھیں۔ کوئی ایک آدھ شخص اگر اپنی دکان کھول کر بیٹھا بھی تھا تو وہ بے سود ہی ثابت ہو رہا تھا۔ گھوم پھر کر جب وہ گھر واپس آئے تو قاسم جوتے اتار کر صوفے پر ہی سو گیا۔ التمش نے نہا دھو کر کپڑے بدلے۔ تلاوتِ قرآن کے بعد وہ پینٹنگ کرنے لگا۔ یہ اس کا بہترین مشغلہ ہے، وہ اپنے کام میں بے حد مشغول تھا کہ پیچھے سے ممانی جان کی آواز آئی: ''ارے، بیٹا! تم جاگ رہے ہو؟''

''جی! میری صبح سویرے اُٹھنے کی عادت ہے۔''

''بہت اچھی عادت ہے بیٹا!'' ممانی جان کے چہرے پر حسرت صاف نظر آ رہی تھی۔ ''آپ کو بھی اگر یہ عادت پسند ہے تو پھر آپ کیوں دیر سے اٹھتی ہیں ممانی جان!'' التمش نے نہایت معصومانہ انداز میں سوال کر ڈالا۔

''صبح سویرے اٹھنے کے فائدوں اور برکتوں سے کون واقف نہیں ہے، لیکن میں بھی کیا کروں بیٹا! تمہارے ماموں کام سے رات کو ساڑھے گیارہ بجے واپس آتے ہیں، ان کو کھانا دینے اور کچن صاف کرنے کے بعد رات کا ایک بج جاتا ہے۔ دیر سے سونے کی وجہ سے صبح جلدی اٹھا ہی نہیں جاتا۔''

''کس کو جلدی اٹھنے کا شوق ہو رہا ہے بھئی!'' پیچھے سے ماموں جان کی آواز آئی۔

''وہ ممانی جان سنا رہی تھیں کہ انھیں صبح جلدی اٹھنا پسند ہے۔'' التمش نے واضح کیا۔ ''ہاں! تو اٹھا کریں۔ بے شک! اپنا یہ شوق پورا کیا کریں۔''

''کیا کروں جلدی اٹھ کر، جب پورا گھر ہی سویا پڑا ہو۔'' ممانی جان نے کہا۔

''میں تو گیارہ بجنے سے پہلے نہیں اٹھنے والا۔'' ماموں جان نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

''لیکن ماموں جان! آپ کا تو ماشاء اللہ سے اپنا کاروبار ہے۔ آپ چاہیں تو اپنا کام صبح جلدی شروع کر سکتے ہیں۔'' التمش نے مشورہ دیا۔ ''میں اکیلا کیا کروں گا اپنا آفس کھول کر جب پوری مارکیٹ ہی بند ہو گی، تو میرے پاس کون آئے گا۔''

''آپ اپنی مارکیٹ والوں سے یا اپنی مارکیٹ کے سربراہ سے اس بارے میں بات کر سکتے ہیں۔'' التمش نے کہا۔ ''جی، بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے یہ۔'' ممانی جان نے اس کی حوصلہ افزائی کی! ''لیکن ضرورت کیا ہے بات کرنے کی؟'' ماموں کے چہرے کے تاثرات پریشان کن تھے۔ ''ضرورت ہے!'' ممانی نے آواز ذرا بلند کی۔ ''میں تنگ آ گئی ہوں اس بے برکت زندگی سے۔ دن اِدھر سے شروع ہوتا ہے اور اُدھر ختم ہو جاتا ہے۔ صبح دیر سے اٹھنے کی وجہ سے ہم دوپہر اور شام کے قیمتی وقت سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔''

''اچھا ٹھیک ہے!'' ماموں جان نے ہار مان لی۔ ''ویسے ماموں جان! ساری دنیا کے ممالک میں سورج طلوع ہوتے ہی سب جاگ اٹھتے ہیں۔ ہلچل مچ جاتی ہے۔ سارے کام شروع ہو جاتے ہیں اور شام ہوتے ہی مارکیٹ بند ہو جاتی ہیں۔ معاشی اعتبار سے بجلی کی بچت بھی حاصل ہوتی ہے۔ کام اور وقت میں برکت بھی ملتی ہے۔'' التمش نے بھی اس بحث میں اپنا حصہ ڈالا۔ ''لیکن بیٹا! لوگ یہاں اتنی جلدی نہیں اٹھتے۔'' ماموں جان نے ایک آخری کوشش کی۔ ''ملک کی معیشت جلدی اٹھے گی تو ملک کے لوگ بھی جلدی اٹھنے لگ جائیں گے۔''

''تم کس کس کو بدلو گے بیٹا! یہاں ایسا نہیں ہوتا۔'' ماموں جان نے التمش کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''میں کسی کو بدلنا نہیں چاہتا۔ میں تو سب کے فائدے کی بات کر رہا ہوں۔'' وہ مسکرایا۔ ''تم ایک application لکھ کر رکھنا میں مارکیٹ کے سربراہ کے آفس میں جمع کروا دوں گا۔'' ماموں جان تو ناشتہ کر کے آفس چلے گئے، لیکن التمش پھر ایک جگہ پر بیٹھ نہ سکا، وہ پورا دن اس نے application کو ترتیب دینے میں گزار دیا۔ ''اتنی جلدی!'' ماموں جان جو رات کو جب application ہاتھ میں ملی تو وہ حیران رہ گئے۔ ''اب آپ بھی دیر کیے بغیر اسے جمع کروا دیں۔'' ممانی جان بھی بہت خوش تھیں۔

◆◆◆

دو تین دن گزر گئے۔ التمش روز ماموں جان سے پوچھتا: ''کوئی بات بنی؟ کوئی ایکشن لیا؟'' مگر جواب نفی میں ہی آتا۔ ایک ہفتہ گزر جانے کے بعد ماموں جان نے التمش کو سمجھایا: ''بیٹا! مجھے نہیں لگتا کہ ان لوگوں نے تمہارے اس مشورے کو کوئی اہمیت دی ہو گی۔ برسوں سے یہ نظام چلا آ رہا ہے، اسے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔'' التمش کے حوصلے ابھی بھی جواں تھے، اس نے کہا: ''ماموں جان! کیا میں مارکیٹ کے سربراہ سے ایک بار بات کر سکتا ہوں؟'' التمش کی ہمت نے ماموں جان کو لاجواب کر دیا۔

دو چار روز کی کوششوں کے بعد التمش کو ان دونوں کو سربراہ سے ملنے کی اجازت مل گئی۔ دو گھنٹوں کے طویل انتظار کے بعد انھیں اندر بلایا گیا۔ بات چیت شروع ہوئی تو سربراہ نے کہا: ''ہاں! تمہاری application میری نظروں سے گزری تھی، لیکن مجھے سمجھ نہیں آتا کہ تم مارکیٹ کے ٹائم ٹیبل پر اعتراض کیوں کر رہے ہو۔ ہم دیر سے دکانیں کھول کر بھی اچھا خاصا منافع کما لیتے ہیں۔ رہی بات بجلی کی بچت کی تو وہ حکومت کا مسئلہ ہے، ہمارا نہیں اور کیا لکھا تھا تم نے اس میں؟'' کملانی صاحب سوچنے لگے۔ ''ساری دنیا صبح سویرے اٹھ جاتی ہے تو بھئی اٹھنے دو۔ ہمارے ملک میں دیر سے اٹھنے کا فیشن ہے۔''

''سر! ایک اور بھی چیز لکھی تھی میں نے، شاید آپ بھول رہے ہیں۔'' التمش نے کچھ یاد دلانا چاہا۔ ''وہ کیا؟''

(بقیہ ص 13 پر)

ORIGINAL SWISS FORMULA

Brighten Up!

with

AMERICA'S NO.1 & AWARD WINNING

Scrub Brand

Your face comes first, and when it looks great, you do too.

100% Natural Extracts
Paraben Free
Oil Free
Dermatologist Tested
Hypoallergenic

AT A PRICE, EVERY ONE CAN AFFORD

COMPLETE RANGE OF ALL **SCRUBS BODY LOTION & BODY WASHES**
AVAILABLE AT ALL MAKEUP CITY OUTLETS & LEADING STORES NATION WIDE

انتظار

قسط نمبر 1

امۃ اللہ

آج مجھے بزنس میں بہت بڑا نقصان ہوا۔ میں بہت افسردہ تھا۔ پس جب میں غصے سے گرم اور نقصان سے غم زدہ ہوتا ہوں تو موم کے پاس آجاتا ہوں۔ موم بہت ہی ٹھنڈے مزاج اور خوشگن طبیعت کی مالکہ ہیں' انھیں دیکھتے ہی میری طبیعت خوش گوار ہو جاتی ہے۔ کام کی تھکان ہو یا کوئی مشکل پیش آئے' موم میرے لیے ٹھنڈی گھنی چھاؤں اور موسم بہار کی پہلی فضا ہیں۔

شاید موم کا یہ مزاج ڈیڈ کی دی ہوئیں خوشیاں اور آسائشیں ہیں۔ میں اکثر موم سے اصرار کرتا ہوں کہ وہ میرے اور میری وائف انجم کے ساتھ رہیں' مگر وہ نجانے کیوں اس بات پر راضی نہیں ہوتیں۔

موم یہاں گاؤں میں رہتی ہیں۔ آج بھی میں موم سے ملنے آیا ہوں' وجہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔ پس میں نے دروازہ کھولا تو موم پیپل کے درخت سے تھوڑی دور رکھے تخت پر بیٹھی تھیں۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی موم نے سلام میں پہل کی اور میں ہر بار کی طرح سوچ کر آتا ہوں کہ پہلے میں سلام کروں گا' مگر میں ہار جاتا ہوں اور ڈیڈ تو گھر پر ہوتے نہیں' بہت کم ہی ملتے ہیں۔

میرے ڈیڈ ایک بہت بڑے بزنس مین ہیں' مگر موم کی سادگی بے مثل ہے۔ کچھ لوگوں کی سادگی ہی ان کا حسن بن جاتی ہے' پھر میں موم کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ موم پہلی ہی نظر میں پہچان گئیں کہ میں غم زدہ ہوں۔ موم نے اپنے منفرد انداز میں مجھ سے پوچھا: "کیا بات ہے پتّر! اپنے ساتھ افسردہ فضائیں لایا ہے۔۔۔؟ انجم سے جھگڑا ہوا ہے کیا؟"

"نہیں موم! وہ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔" میں نے کہا اور میری بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ موم نے کہا: "اور ابتدا آپ کی ہی جانب سے ہوتی ہو گی؟"

اگرچہ یہ بات سو فیصد ٹھیک تھی' مگر میں نے کہا: "موم! آپ اپنے بیٹے کی سائیڈ کب لیں گی۔۔۔؟ جب دیکھیں انجم کے حق میں بولتی رہتی ہیں! آپ کو مجھ پر ترس نہیں آتا؟" پس! کیا تھا میں نے موم کو پگھلانے کے لیے فلمی انداز اختیار کیا' پھر ذرا اور پریشانی ظاہر کرتے ہوئے بولا: "موم! آپ کو پتا ہے' آج مجھے بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔"

"ضرور! انجم کا دل دُکھایا ہو گا؟" موم نے کہا۔

"دیکھا! پھر آپ نے انجم کی سائیڈ لی۔" میں نے موم کو اپنی طرف کرنے کے لیے بیک فائر کی۔ "موم! آج تو آپ مجھے بتا ہی دیں کہ آپ انجم کی اتنی سائیڈ کیوں لیتی ہیں؟"

موم میرا یہ جھگڑنا' بھڑکنا دیکھ کر ہنستے ہوئے کہنے لگیں: "پتّر! تو نہیں سمجھے گا۔"

میں نے کہا: "موم! آج تو آپ ضرور بتائیں۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں آپ کا بیٹا ہوں۔ میں سب سمجھتا ہوں۔"

موم نے مسکراہٹوں کے پھول بکھیرے اور کہا: "تم بالکل اپنے بابا پر گئے ہو۔ چلو! آج میں تمھیں تمھارے بابا کی جوانی کے لمحے بتاتی ہوں۔"

موم مجھ پر کبھی نصیحتوں کی بارش نہیں کرتی تھیں' البتہ! کوئی واقعہ' کوئی حکایت یا گزری زندگی کی باتیں بتا دیا کرتی تھیں اور نتیجہ مجھ پر چھوڑ دیا کرتی تھیں' پھر موم میری طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگیں:

"پتّر! تمھارے بابا کو بہت بڑا بزنس مین بننا تھا۔ میری شادی کو ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ تمھارے بابا کو اپنے کاروبار کی فکر لاحق ہو گئی' باوجود اس کے کہ رزق انسان کو موت کی طرح تلاش کرتا ہے' مگر یہاں معاملہ برعکس تھا۔۔۔ اور بیرونِ ملک روانگی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ میں سوٹ کیس میں تمھارے بابا کے کپڑے رکھ رہی تھی اور اجنبی گھر میں تنہائیوں سے خوف زدہ تھی' ایسے حال میں میرے چہرے پر اداسی نُمایاں تھی' مگر تمھارے بابا کو اتنی بھی فرصت نہ تھی کہ دو بول حوصلے کے دے دیتے۔ میں نے یہ سوچ کر تمھارے بابا کا رومال نکال لیا کہ نجانے واپسی کب تک ہو۔۔۔؟ اور میں نے کہا کہ "کیا آپ سب کچھ لے کر جائیں گے۔۔۔؟" تو تمھارے بابا میرے ہاتھ سے رومال چھینتے ہوئے کہنے لگے: "ہاں! سب کچھ لے کر جاؤں گا' سوائے تمھارے۔" اگرچہ یہ بات تمھارے بابا نے مذاق میں کہی تھی' مگر میرے دل کو اس بات سے بڑا غم ہوا' کیوں کہ یہ موقع ساتھ چھوڑنے کا تو نہیں تھا۔۔۔! میں مسلسل کمرے کے دروازے پر کھڑی تمھارے بابا کو دیکھ رہی تھی کہ شاید وہ مُڑ کر پیچھے کی طرف دیکھیں کہ وہ کچھ چھوڑ کر جا رہے ہیں' مگر تمھارے بابا نے ایک بار بھی پلٹ کر نہیں دیکھا۔۔۔ اور میں ان کے پلٹنے کے انتظار میں وہیں کھڑی رہ گئی۔" پھر موم کچھ دیر خاموش رہیں' شاید دل میں کچھ کہہ رہی تھیں۔

کس طرح گزریں بھلا دن وہ جدائی والے!
جانے والے کی اگر کوئی نشانی بھی نہ ہو!

موم کے زخم تازہ ہونے لگے تھے۔ اب تک اوروں کی کہانیاں سنی تھیں' مگر معلوم نہ تھا کہ موم ڈیڈ کی داستان' ابھی ادھوری ہے۔ میں نے موم سے کہا: "موم! پھر آپ اکیلی اتنے بڑے گھر میں کیسے رہتی تھیں؟" (جاری ہے)

فرض یا قرض

پہلا حصہ

اہلیہ مظفر

''لاریب ! لاریب 'بیٹا ! اٹھو۔۔۔ !'' نیند میں امی کی آواز دور سے آتی محسوس ہو رہی تھی 'اس نے کروٹ بدلی۔ امی کو اس کے اٹھنے کے کوئی آثار نظر نا آئے تو انھوں نے اسے کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔ لاریب اس اُفتاد پر بری طرح گھبرا گئی۔ ''کیا ہو گیا امی ؟'' کندھے سہلاتے ہوئے وہ کراہ اٹھی۔

''کیا ہو گیا؟ پورا گھر الٹا پڑا ہے اور یہاں محترمہ کی نیند ہی پوری ہونے میں نہیں آ رہی۔ کل میں نے بتایا تھا نا کہ آج فہد آ رہا ہے۔ گھر کی حالت دیکھو !'' کمرے کی سیٹنگ کرتے ہوئے امی بولے جا رہی تھیں اور جتنی تیزی سے وہ کام نمٹا رہی تھیں 'ایسا لگ رہا تھا کہ اگلی پچھلی تمام کسر نکال کر ہی چھوڑیں گی۔

''بھیّا؟ بھیّا کب آ رہے ہیں امی؟ اللہ ! ! !'' جتنی تیزی سے وہ اٹھی 'لاریب کا پاؤں چادر میں اٹکا اور دھڑام سے وہ نیچے جا گری۔

''اوئی اللہ ! اُف اللہ ! امی !'' آنکھیں میچے 'پاؤں پکڑے وہ دُوہری ہوئی جا رہی تھی۔ ''ارے بھئی ! کیا ہو گیا؟ اِدھر دکھاؤ !'' جیسے ہی امی نے پاؤں پکڑا 'اس کی چیخیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ ''لاریب 'چپ کرو ! اتنی چوٹ نہیں لگی 'جتنی چیخیں مار رہی ہو۔'' اس کی چیخیں کان کے پردے پھاڑنے لگیں تو امی نے زور سے ڈانٹ دیا اور محترمہ رونے لگ گئی۔ ''امی ! مجھے لگ رہا ہے میری کوئی ہڈی وڈی ٹوٹ گئی ہے۔ میں سچ کہہ رہی ہوں امی ! اللہ !''

''اللہ نہ کرے ! کیسی بدفالیں منہ سے نکال رہی ہے۔ اٹھو اور یہاں آ کر بیٹھو ! میں دودھ میں ہلدی ڈال کر لاتی ہوں۔ دیکھنا 'پر ان شاء اللہ درد فوراً ٹھیک ہو جائے گا۔'' امی اسے سہارا دے کر بیڈ میں بٹھاتے ہوئے بولیں تو وہ سر ہلانے لگی۔

''کبھی حواسوں میں نہیں رہتی یہ لڑکی۔'' جاتے جاتے بھی امی نے اسے سنانا لازم سمجھا اور باہر نکل گئی۔ ''اللہ پوچھے آپ سے فہد بھیّا ! سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔'' سارے درد کا الزام فہد کو دیتی وہ آنسو پونچھنے لگی۔

◆◆◆

فہد عباس اور لاریب عباس 'یہ دونوں بہن بھائی ہی زرینہ خاتون کی کُل کائنات تھے۔ عباس صاحب کا ساتھ تب ہی چھوٹ چکا تھا 'جب فہد چھ سال اور لاریب دو سال کی تھی۔ وہ وقت جب عورت کو سب سے زیادہ ضرورت زندگی میں شریک حیات کی ہوتی ہے 'اس وقت وہ تنہا زندگی بسر کرنے پر مجبور تھی۔ میکہ تھا نہیں اور سُسرال جو تھا 'وہ نہ ہونے کے برابر تھا 'سو زندگی کا سفر دو بچوں کے ساتھ اکیلا ہی کٹنے لگا۔ شُکر یہ تھا کہ عباس صاحب اتنا کچھ چھوڑ گئے تھے کہ ان کے بعد ان کو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ دو گھروں کا کرایہ ماہانہ اور عباس صاحب کی پنشن اور سب سے بڑھ کر رب کا ساتھ۔ ان سب نے انھیں بندوں کا سائل بننے سے بچا لیا تھا۔ عباس صاحب کا صرف ایک خواب تھا کہ ان کا بیٹا وطن کا پاسبان بنے 'محافظ بنے اور جو کام وہ نہ

کر سکے ‘ وہ ان کا بیٹا کر دکھائے اور اپنے ملک وملّت کا نام روشن کرے۔

زرینہ خاتون ‘ عباس صاحب کی زندگی تو نہ بچا سکی ‘ لیکن اُن کے خواب کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے انھوں نے اپنی زندگی تیاگ دی اور وہ وقت بھی آن پہنچا ‘ جب ان کا بیٹا ایک باوقار فوجی کے روپ میں انھیں سلیوٹ پیش کر رہا تھا اور وہ سجدے میں گری بلک رہی تھی ‘ کیوں کہ ان کے شوہر کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو چکا تھا۔ انھوں نے امانت میں خیانت نہیں کی تھی ‘ انھوں نے وعدہ پورا کر دکھایا تھا۔ یہ احساس ہی ان کی روح کو اطمینان دلانے کے لیے کافی تھا۔

لاریب ‘ فہد اور خود وہ ‘ ان کی زندگیاں تکون کے تین مدار کی طرح ایک دوسرے کے گرد گھومتی رہتی تھی۔ لاریب کے لیے فہد ‘ بھائی بھی تھا ‘ دوست بھی اور باپ بھی ‘ وہ یہ رشتے فہد میں تلاش کیا کرتی تھی ‘ بھائی کا مان بھی ‘ دوست کا ساتھ بھی اور باپ کی شفقت بھی اور یہ چیزیں دینے میں فہد ناکام نہیں رہا تھا۔

اور اب چھ مہینوں سے اس کے انتظار نے اسے تھکا سا دیا تھا۔ روز ماں سے پوچھتی تھی کہ بھیّا کب آئیں گے اور روز جواب سننے کے باوجود بھی مطمئن نہیں ہوتی تھی۔ زرینہ خاتون تو ایک ماں تھی ‘ جو دل پر پتھر رکھ لیتی تھی ‘ لیکن لاریب چوں کہ بہن تھی ‘ بھائی کی جب بھی یاد ستاتی تو رو کر اپنا دل کا بوجھ ہلکا کر لیا کرتی تھی اور پھر ماں کو الزام دیتی کہ آپ نے بھیجا ہی کیوں ؟

اب بھی اسے جیسے ہی پتا چلا کہ فہد آنے والا ہے تو ایکسائیٹمنٹ کی وجہ سے رات دیر تک سو ہی نہ پائی اور جب سوئی تو اٹھ نہ سکی اور صبح کو ماں کے یاد دِہانی کروانے پر ہَبڑ دَبڑ میں اپنا ہی نقصان کر بیٹھی۔

◆◆◆

امی کے دودھ دینے پر تھوڑا آرام آیا تو وہ تکیے سے ٹیک لگا کر ستانے لگی اور نہ جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی۔ آنکھوں پر پانی کے چھینٹے پڑے تو وہ جھٹکے سے ”کیا مذاق ہے بھئی ! “ کہتے ہوئے اٹھی۔

”اور یہ کیا مذاق ہے بہنا ! کیا شاندار استقبال فرمایا ہے آپ نے ۔ میرا دل باغ باغ ہو گیا۔ “ یہ فہد تھا ‘ جو سینے پر ہاتھ رکھے قدرے جھک کر جیسے آداب پیش کر رہا تھا۔ ”بھیّا ‘ آپ ! “ جوش میں وہ ایک دَم اٹھی ‘ لیکن پاؤں میں اٹھنے والی ٹیس نے اسے دوبارہ بٹھا دیا ‘ چہرے پر تکلیف کے آثار نمودار ہوئے تو فہد فکر مند ہو گیا۔ ”کیا ہوا لاریب؟ طبیعت تو ٹھیک ہے؟ “ وہ گھٹنوں کے بل اس کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔ ”ارے ‘ بھئی کیا ہونا ہے ؟ تمہارے آنے کی خوشی میں ہماری بٹیا کو پَر لگ گئے تھے ‘ اُڑنے کی کوشش میں زمین پر گر گئی۔ “ امی کے نیم مزاحیہ انداز پر فہد قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

”امی ! “ لاریب ‘ فہد کے ہنسنے پر رہانسی ہو گئی۔ ”اور آپ تو رہنے ہی دیں بھائی ! سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔ کیا کیا سوچا تھا میں نے ۔ بیٹ بال کھیلیں گے ‘ پکڑم پکڑائی۔ کچھ بھی تو نہیں کھیلا میں نے 6 مہینوں سے ۔ میں بور ہو گئی تھی اور کم از کم دو مہینے تک تو میں آپ کو کہیں نہیں جانے دینے والی۔ “ لاریب نے آنکھوں سے ”ٹھیک ہے۔ “ جتلایا۔

”ارے ! بھائی ابھی تو آیا ہے ۔ سانس تو لینے دو۔ ابھی سے جانے کی باتیں شروع کر دیں۔ “ وہ کتنی خوش تھیں ‘ ان کا لہجہ چیخ چیخ کر اعلان کر رہا تھا۔

”وہ ‘ امی ! میں ! “ فہد کچھ کہتے ہوئے ہچکچایا۔ ”کیا ہوا فہد بیٹا ! کچھ کہنا چاہ رہے ہو؟ “ بیٹے کو شش وپنج میں دیکھا تو کچھ کہنے کا حوصلہ دیا۔

”دراصل امی ! میں صرف دو دن کی رخصت پر آیا ہوں ‘ لیکن آپ فکر نہ کریں ‘ اگلی دفعہ میں ان شاء اللہ ! لمبی چھٹیوں پر آؤں گا۔ “ ماں اور بہن کے بجھتے چہرے کو دیکھا تو فوراً تسلی دی ‘ لیکن لہجہ کی کم زوری سے معلوم ہو رہا تھا کہ یہ محض ایک طفل تسلی تھی۔ ”امی ‘ پلیز ! آپ ناراض مت ہو جایئے گا۔ “ ان کی خاموشی سے اسے لگا کہ جیسے وہ ناراض ہو گئی ہیں۔ ”خیر ہے بیٹا ! کوئی بات نہیں۔ جہاں رہو ‘ خوش رہو۔ “ بیٹے کے پژمردہ چہرے کو دیکھ کر انھوں نے فوراً سے بیشتر خود کو سنبھالا۔

”کوئی بات نہیں امی ! یہ آپ کہہ رہی ہیں ؟ اگر دوبارہ سے ہمیں روتے ہوئے چھوڑ کے جانا تھا تو یہ آئے ہی کیوں ؟ دو دن کے لیے بس ! آپ ایسا کریں بھائی کہ آپ ابھی چلے جائیں ‘ چلے جائیں ابھی ! “ ہمیشہ کی طرح جذباتی لاریب اس وقت بھی رونے لگ گئی اور بے بسی سے جو منہ میں آیا بولتی چلی گئی۔

”امی ! “ لاریب کے آنسو فہد کو کم زور کر دیا کرتے تھے ‘ اس کے اس طرح رونے سے اس کو سخت اذیت کا احساس ہوا۔ ”اِدھر آؤ فہد ! “ وہ ان کے قدموں میں بیٹھ گیا اور اپنا سر ان کی گود میں رکھ لیا ‘ وہ آہستہ آہستہ فہد کے بالوں میں ہاتھ پھیرتی ہوئی سمجھانے لگی : ”بہت جذباتی ہے لاریب اور تمہارے بغیر رہ بھی نہیں سکتی نا ‘ اس وجہ سے ایسے رونے لگ گئی۔ تم پریشان مت ہونا بیٹا ! اس کو پیار سے سمجھانا ‘ سمجھ جائے گی اور ایک بات یاد رکھنا ! فرض کی راہ میں کبھی اپنوں کی محبتوں کو آڑے مت آنے دینا ‘ کامیاب ٹھہرو گے۔ “ یہ کہتے ہوئے ایک آنسو اِن کے گالوں پر سے پھسلتے ہوئے فہد کے بالوں میں کہیں گم ہو گیا۔

◆◆◆

”لاریب ‘ اِدھر دیکھو ! دیکھو میں اپنے ہاتھ سے اپنی بہنا کے لیے کافی بنا کر لایا ہوں ۔ کیا یاد کرو گی ‘ پھر پتا نہیں نصیب ہو یا نہ ہو۔ “ اس کے آخری جملے پر وہ تڑپ کر اس کی طرف پلٹی ۔ ”بھیّا ! “ اس کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ ”ارے ‘ ارے ! یہ بِن موسم برسات کیوں ؟ “ فہد نے ٹرے میز پر رکھتے ہوئے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

”آپ ایسی اُلٹی سیدھی باتیں مت کیا کریں بھیّا۔ “ وہ منہ بسور کر بولی۔

”اوکے ! نہیں کرتا۔ اب کافی پییں ؟ دو دن ہیں ہمارے پاس ‘ کیوں نہ اسے اچھے سے گزاریں۔ “ فہد نے ابرو اچکائے گویا کہہ رہا ہو ”کیا خیال ہے ؟ “

”دو دن میں جانا لازمی ہے کیا بھیّا ! ایک ہفتہ تو کم از کم ہمارے ساتھ گزار لیں ؟ “ اس نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ ”لاریب ! یہ زندگی ہماری خواہشات پر نہیں چلتی ‘ اس کے اپنے ڈھنگ ہوتے ہیں ‘ اپنے ہی رنگ ہوتے ہیں ‘ یہ موسم کی طرح ہوتے ہیں۔ کوئی ایک رنگ بھی اگر آ کر ہمیشہ کے لیے چھا جائے تو پھیکا پڑ جاتا ہے ‘ چاہے وہ خزاں ہو یا چاہے بہار۔ ہمیں ہر موسم کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھنا چاہیے۔ میری بات سمجھ رہی ہو نا لاریب ؟ امی بہت اکیلی ہو جاتی ہیں لاریب ۔ تم ان کی طاقت ہو ‘ جب تک تم ان کو حوصلہ دیتی رہو گی اور خود مضبوط رہو گی ‘ تب تک دنیا کی کوئی طاقت ان کو توڑ نہیں سکتی ‘ لیکن اگر تم ہی کم زور پڑ گئی تو ان کو حوصلہ دینے والا کوئی نا رہے گا۔

وہ اپنے آپ کو مضبوط ظاہر کرتی ہیں ‘ لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ اندر ہی اندر روتی ہیں۔ ایک مجاہد کی فیملی کو کیسا ہونا چاہیے ؟ مجھے ایسے ہی چاہیے ‘ جیسے ہو آپ لوگ ۔ اب میں دوبارہ نہ دیکھوں اپنی چھوٹی سی ‘ پیاری سی گڑیا کو روتے ہوئے ‘ اوکے ؟ “ فہد نے استفہامیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا تو اس نے آہستگی سے سر ہلایا۔ ”بھیّا ! میں ‘ میں آخری دفعہ رو لوں ‘ پلیز ! “ یہ کیسی التجا تھی۔ فہد کو لگا جیسے کسی نے اس کا دل چیر دیا ہو۔ فہد سے اس کا رونا برداشت نہ ہوا تو وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکلا اور ضبط کرنے کی کوشش میں اس کی آنکھیں انتہائی حد تک سرخ پڑ چکی تھیں۔ آنکھوں کی گیلی ہوتی سطح ماں نہ دیکھ لے ‘ اس لیے وہ گھر سے ہی نکل گیا۔

(جاری ہے)

بائیکاٹ

بنتِ عامر

”بچیو۔۔۔! میرے پاس آپ لوگوں کے لیے ایک خوش خبری ہے۔“ مس فریحہ نے کلاس میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”خوش خبری۔۔۔ کیسی خوش خبری؟“ مرضیہ نے استفسار کیا۔

”خوش خبری یہ ہے کہ کل آپ لوگوں کی پارٹی ہے اور کل پڑھائی نہیں ہوگی اور تو اور آپ لوگ یونی فارم نہیں بلکہ گھر کے کپڑے پہن کر آئیں گے۔“ مس فریحہ مسکرائیں۔

”واہ! زبردست، کل تو خوب مزہ کریں گے۔“ تمام طالبات ہی خوشی سے جھوم اٹھیں۔ ”چلیں! پھر بریک ٹائم میں آپ لوگ مشورہ کر لیجیے گا کہ کون کیا لائے گی۔“ مس فریحہ نے کہا۔ بریک ٹائم میں جماعت نہم میں کافی گہما گہمی تھی۔ تمام طالبات جوش وخروش سے ڈشز کے نام بتا رہی تھیں۔

”میں تو سموسے لاؤں گی۔“ عمارہ نے جلدی سے کاپی پنسل تھام لی۔

”میں کباب لاؤں گی۔“ رافعہ نے بھی ہانک لگائی، اس طرح سب مختلف اشیا لکھواتے رہے۔ اتنے میں عمارہ نے مرضیہ کی طرف دیکھا۔

”بی بی، جی! آپ نے ابھی تک نام نہیں لکھوایا؟ آپ کیا لا رہی ہیں؟“

”میں نے ابھی تک سوچا نہیں ہے۔ دراصل میں سب سے منفرد چیز لانا چاہ رہی ہوں۔“ مرضیہ نے پراسراریت سے کہا، جس پر عمارہ کا تجسّس مزید بڑھ گیا۔ ”اچھا! پھر تو آپ کچھ بہت مزے دار لانے والی ہیں۔ ذرا جلدی سوچیں۔“ عمارہ نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔

”ہاں! میں تشریف کا ٹوکرا لاؤں گی۔“ مرضیہ نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا، جس پر عمارہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور اس نے غصہ سے کہا۔

”پھر اس ٹوکرے کو گھر پر ہی رکھنا ہمیں نہیں ضرورت۔“ اور تمام طالبات کے قہقہے گونج اٹھے۔

◆◆◆

آج اسکول میں ہر طرف رونق ہی رونق تھی۔ تمام طالبات زرق برق پہنے بہت خوب صورت لگ رہی تھیں۔ خوشی سب کے چہروں سے عیاں تھی۔ جماعت نہم کی تیاریاں بھی عروج پر تھیں۔ کچھ کلاس سجا رہی تھیں تو کچھ سب کے لائے ہوئے پکوان دسترخوان سجا رہی تھیں تو کچھ خوش مزاج طالبات خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔

”السلام علیکم، مس!“ مس فریحہ کے کلاس میں داخل ہوتے ہی تمام طالبات نے کھڑے ہو کر پُر مسرت انداز میں سلام کیا۔ ”چلیں، مس! آپ بسم اللہ کریں۔“ مرضیہ نے مس فریحہ کو دسترخوان پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ ”مس! میں نے پہلی بار لزانیہ بنایا ہے۔ آپ پہلے یہ کھائیں۔

”نہیں، نہیں، پہلے میرا بنایا ہوا پیزا کھائیں۔“ عمارہ بھی پیچھے نہ رہ سکی۔

”فکر نہیں کرو! سب کی ڈشز میں سے لوں گی۔“ مس فریحہ مسکرائیں۔

اتنے میں ربیعہ نے اپنا بنایا ہوا کباب مس کی پلیٹ میں ڈالا۔ ”اوہو! میں تو کیچپ بھی لائی تھی، پتا نہیں کہاں گیا۔“ ربیعہ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

”کوئی بات نہیں، میرے پاس ہے۔ یہ استعمال کر لو!“ مرضیہ نے کیچپ کا پاؤچ اس کے سامنے بڑھایا اور ربیعہ مس فریحہ کی پلیٹ میں کیچپ ڈالنے لگی۔ اچانک سے مس فریحہ چونکیں۔ کیچپ پر جلی الفاظ میں لکھا ”شیزان“ قادیانی پراڈکٹ ہونے کی چغلی کھا رہا تھا۔

”ارے، یہ قادیانی مصنوعات سے تو ہم مکمل بائیکاٹ کرتے ہیں۔ مس فریحہ نے فوراً اپنی پلیٹ پیچھے کی۔ مرضیہ حیرت سے مس کو دیکھتے ہوئے بولی: ”اب اتنی بھی کیا سختی مس! ہم یہودی، عیسائی اور دیگر کافروں کی مصنوعات بھی تو استعمال کرتے ہیں۔ اگر

قادیانیت کی بھی کرلی تو اس میں کیا حرج ہے بھلا؟"
"اور تو اور مس! قادیانیوں سے اتنی دشمنی کیوں؟ وہ بھی تو ہمارے بھائی ہیں، جس طرح ہم نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، وہ بھی تو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، پھر ہم ان کو کافر کیوں کہتے ہیں؟" رافعہ بھی خاموش نہ رہ سکی۔ "مجھے بہت افسوس ہے میری بچیو! کہ آپ لوگ قادیانیت کے فتنے سے بالکل بے بہرہ ہیں اور نہایت شرمندہ بھی کہ میں نے آپ لوگوں کو ختمِ نبوت اور فتنۂ قادیانیت کے حوالے سے کوئی آگاہی نہیں دی۔" مس فریحہ کے چہرے سے کرب کے آثار ظاہر تھے۔
"کل میں ان شاء اللہ! آپ لوگوں کو ختمِ نبوت اور فتنۂ قادیانیت پر ایک مختصر سی کلاس دوں گی اور آپ لوگوں نے قادیانیت کے بارے میں جو سوالات اٹھائے ہیں، ان کا جواب بھی دوں گی، ان شاء اللہ!"

◆◆◆

جماعت نہم کی تمام طالبات خاموشی سے دم سادھے بغور لیکچر سن رہی تھیں۔ مس فریحہ اپنے شیریں انداز میں طالبات کو عقیدۂ ختمِ نبوت سمجھا رہی تھیں: "عزیز طالبات! ختمِ نبوت کی تعریف یہ ہے کہ نبی ﷺ آخری نبی ہیں، ان کے بعد نبوت کسی کو نہیں ملے گی۔ یہ عقیدۂ ختمِ نبوت دین کی بنیاد اور جڑ ہے، جس طرح کسی درخت کی جڑ کو کاٹ دیا جائے تو وہ درخت بے ثمر ہو جاتا ہے، اسی طرح جب اہلِ باطل نے اسلام پر حملہ کرنا ہوتا ہے تو عقیدۂ ختمِ نبوت پر حملہ کرتے ہیں۔"
"لیکن اگر ختمِ نبوت کی تعریف یہ ہے کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو عیسیٰ علیہ السلام کا آنا بھی تو احادیث سے ثابت ہے؟؟" عمارہ نے سوال اٹھایا۔
"نہ، نہ، بیٹا! آپ نے غور سے نہیں سنا! میں نے کیا تعریف بتائی۔۔۔ میں نے یوں کہا کہ نبی ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملنی۔ دراصل عوام میں ختمِ نبوت کی غلط تعریف مشہور ہے کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ للہٰذا اس تعریف پر قادیانی اعتراض کر دیتے ہیں کہ بھئی عیسیٰ علیہ السلام تو تشریف لائیں گے، اس لیے میں نے تعریف میں بتایا ہے کہ نبی ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملنی اور عیسیٰ علیہ السلام کو تو نبی کریم ﷺ سے پہلے ہی نبوت مل چکی ہے، البتہ جب وہ واپس دنیا میں تشریف لائیں گے تو بحیثیت نبی ﷺ کے امتی کے آئیں گے اور شریعتِ محمدی پہ عمل پیرا ہوں گے، بالکل اسی طرح جس طرح ایک ملک کا صدر دوسرے ملک جاتا ہے تو اس کی صدارت تو رہتی ہے، مگر اس کے اختیارات دوسرے ملک میں نہیں چلتے۔" مس فریحہ نے عقیدہ ختمِ نبوت سمجھانے کے بعد تمام طالبات پر طائرانہ نظر ڈالی۔
"اوہ! ہم تو واقعی اس بنیادی عقیدے سے واقف نہ تھے۔" تمام طالبات نے شرمندگی سے کہا۔ "یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ اتنے اہم عقیدے سے غافل رہے۔
اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں 100 آیات میں ختمِ نبوت کا ذکر فرمایا ہے اور 210 احادیث میں نبی کریم ﷺ نے ہمیں یہ عقیدہ سمجھایا ہے، یعنی اس عقیدے کی مضبوطی اور پختگی بٹھانے کے لیے، اسے 310 بار بیان کیا گیا۔ آپ خود سوچیں! آپ کی کوئی ٹیچر آپ کو 310 بار ایک سبق پڑھائیں اور پھر اس کے بعد اس کے پیچیدہ پہلو کو چھوڑ کر، صرف اس کی بنیادی تعریف آپ سے پوچھیں اور آپ وہ بھی نہ بتا سکیں تو کتنی شرمندگی کی بات ہے؟" مس فریحہ نے جذباتیت سے بھرپور لہجے میں کہا، جس پر تمام طالبات کے سر جھک گئے۔
"کل مجھ سے ایک بچی نے سوال کیا تھا کہ قادیانی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، پھر بھی کافر کیوں۔۔۔؟؟ تو میری بیٹیو! ہمارے نبی پاک حضور ﷺ ہمیں بتا کر گئے ہیں کہ میرے بعد بہت سے فتنے اٹھیں گے اور پھر واقعی بہت سے فتنوں نے سر اُبھارا اور ان میں سے ایک بڑا فتنہ، فتنۂ قادیانیت بھی ہے۔۔۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی کا جرم، مسلمہ کذاب سے بھی سخت ہے کہ مسلمہ کذاب نے دعوتِ نبوت کیا تھا، جبکہ بد بخت مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کے ساتھ ساتھ، بڑی بڑی توہینوں کا بھی ارتکاب کیا۔ اس نے اپنی کتاب میں قرآن کی توہین کی، نبی ﷺ کی توہین کی، عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نازیبا باتیں کیں اور اصل بات یہ ہے کہ 95 فیصد عوام اس کے اصل عقیدے سے ناواقف ہیں۔ قادیانیوں کا اصل عقیدہ یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے دو بار محمد ﷺ کو مبعوث کرنا تھا۔ ایک بار مدینہ میں اور دوسری بار (نعوذ باللہ) مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں قادیان میں۔
اب آپ خود ہی فیصلہ کیجیے! اتنی ہولناک توہین کرنے والے کی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کو ہم اسلام اور مسلمان کا نام بھلا کیسے دے سکتے ہیں؟؟" مس فریحہ نے ایک گہری سانس بھری۔
"مس! آپ نے شیزان اور قادیانی مصنوعات کے بارے میں بھی بتانا تھا؟" ربیعہ نے یاد دلانے والے انداز میں کہا۔
"جی، ہاں! کل آپ لوگوں نے پوچھا تھا کہ ہم جس طرح دیگر کفار کی مصنوعات استعمال کرتے ہیں، اس طرح قادیانی مصنوعات استعمال کرنے میں کیا قباحت ہے۔۔۔؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک تو عام کافر ہوتے ہیں، جو اپنے آپ کو اپنے کفر کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ایک ہوتے ہیں زندیق، یعنی اپنے کفر کو اسلام کا نام دے کر پیش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔
زندیقوں کا حکم یہ ہے کہ ان سے کسی بھی قسم کی خرید و فروخت کرنا، ان سے رشتہ داری رکھنا ناجائز اور حرام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیگر کفار کی مصنوعات استعمال کر لیتے ہیں، لیکن قادیانیوں سے مکمل بائیکاٹ کرتے ہیں۔ اس لیے میری بچیو! یہ شیزان کے جوس اور کیچپ وغیرہ نہ لیا کریں، آخر یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے، نبی ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے۔ کیا ہماری غیرت کو یہ گوارا ہو گا کہ کوئی ہمارے نبی کی توہین کرے اور ہم ان کی مصنوعات خرید کر ان کو فائدہ پہنچائیں۔ آپ سب مجھ سے وعدہ کرتی ہیں نا کہ آئندہ آپ قادیانیوں کی مصنوعات سے بائیکاٹ کریں گی؟؟" مس فریحہ نے پوچھا۔ "ان شاء اللہ! ہم اللہ کے نبی کے دشمن کو کسی قسم کا فائدہ پہنچانے کے متحمل نہیں۔" مرضیہ نے پُر عزم لہجے میں کہا۔
"شاباش! مجھے اپنی بچیوں سے یہی امید تھی۔ نبی ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ "انبیا میں سے میں تمہارا حصہ ہوں اور امتوں میں سے تم میرا حصہ ہو۔" نبی ﷺ نے ہم پر اعتماد کیا، للہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنی صلاحیتوں میں سے کچھ نہ کچھ حصہ ختمِ نبوت پر صرف کریں۔ تقاضا تو یہ تھا کہ اپنا کُل ہی ختمِ نبوت پر لگاتے، لیکن اگر کُل نہ صحیح تو کم از کم بائیکاٹ کرنے کے ذریعے ہی اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں۔"

مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قسط نمبر 8

جنید حسن

فقہائے کرام نے روضۂ نبیؐ کی حاضری کے آداب بیان کیے ہیں کہ خوش پوشی اور تازگی کے ساتھ حاضر ہونا ہر امتی کے لیے بطریقِ احسن ہے' چناں چہ ہم نے نمازِ فجر کے بعد حاضری کا ارادہ باندھ لیا اور یہ طے کیا کہ نماز کے بعد گیٹ نمبر 26 پر مل جائیں گے' لیکن خبیب جو ابھی 12 سال کا ہے' ہمیں اس کے لیے کافی انتظار کرنا پڑا۔ وہ آکر ملا اور کہنے لگا: ''میں نبی ﷺ کے روضے پر سلام پیش کر آیا ہوں' چوں کہ ابھی روضے کے حدودِ اربع اور کیفیت کا ہمیں مشاہدہ نہیں ہوا تھا اور ہمارے اس وقت کے علم کے مطابق یہ وقت خواتین کی حاضری کے لیے مختص تھا' اس لیے ہمیں لگا کہ اسے غلط فہمی ہوئی ہے۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ بابِ بقیع جس سے سلام پیش کر کے مرد حضرات باہر نکلتے ہیں' خبیب وہاں سے ناواقفیت کی بنا پر اندر داخل ہو گیا تھا اور اس کی قسمت کہ کسی شورتے یا محافظ نے اسے دیکھا نہیں یا روک نہیں سکا۔ شاید اس کا قلب زیادہ مطہّر اور جذبہ زیادہ مخلص تھا کہ ایسی صورتِ حال تشکیل ہوگئی اور وہ فوراً ہی سعادت مند بن گیا۔ ہم مسجد سے باہر نکلے تو دیکھا کہ بازار' کھانے پینے کے ریسٹورنٹ اور دوکانیں گیٹ نمبر 25 کی سیدھ میں نزدیک ہی تھے۔ ہم نے وہاں سے کھانا خریدا اور کچھ جوسز' دودھ وغیرہ خریدتے ہوئے ہوٹل پہنچے۔ اس طرح ایک یادگار دن اپنے اختتام کو پہنچا۔

روضۂ طیبہ اور ریاض الجنتہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ** (یعنی تو دیکھے جب آفتاب طلوع ہوتا ہے) اور جب میں 9 مئی کے اس آفتاب کی طرف دیکھتا ہوں تو ہمارے لیے سرزمینِ مدینہ ہر خوش بختی کا سورج طلوع ہوتا نظر آتا ہے۔ میں دروازہ نمبر 24 سے داخل ہوا اور ممکنہ حد تک آگے بڑھتا چلا گیا' یہاں تک کہ ایک قنات تک جا پہنچا۔ میں پہلی دفعہ آیا تھا' سو میں نے جائزہ لینا شروع کیا۔ قنات کے پار سُرخ قالین سے مزیّن چند صفیں تھیں اور ان کے آگے سبز کارپٹ ''ریاضُ الجنتہ'' کی نشان دہی کر رہے تھے۔ اس میں موجود خاص رنگ و آرائش سے متمیّز ستون ممتاز نظر آ رہے تھے' مگر اس جانب سے ریاض الجنتہ کا داخلہ بند تھا' چناں چہ میں تلاش میں دائیں طرف چل دیا اور صفوں کے اختتام پر ایک چوڑی گزرگاہ پر آگیا۔ مسجد میں کچھ دروازوں کے بعد خواتین کے مصلّے کے لیے گیٹ مخصوص ہیں۔ گیٹ نمبر 25 بھی خواتین کے لیے مختص تھا اور روضۂ طیبہ سے قریب ترین تھا۔ گیٹ نمبر 21 سے لے کر 24... جنوبی سمت سے مردوں کے لیے مخصوص تھے۔ گیٹ نمبر 24 ریاض الجنتہ کی حد بندی تک لے جاتا تھا' جبکہ گیٹ نمبر 21 سیدھا ان دروازوں کی طرف لے جاتا تھا' جن سے بائیں ہاتھ مڑ کر روضۂ طیبہ اور ریاض الجنتہ میں داخلہ ہوتا تھا۔ میں اس وقت گیٹ نمبر 21 کی سیدھ میں اگلی صفوں میں بیٹھا ہوا تھا' پھر فجر کی اذان ہوئی اور نماز کے بعد میں اپنے دلی جذبے کے تحت درودوں کے پھول رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ارسال کرنے لگا۔ بائیں جانب روضۂ اطہر اور لب درود و سلام سے تر تھے۔

میرے آفس کولیگ... بھائی وجاہت نے حدیث کی مستند کتابوں کے گلدستۂ درود پر مشتمل ایک عمدہ کتاب عنایت کی تھی' وہ اس وقت زیرِ نظر تھی۔ قرآن مجید کی کچھ تلاوت کر کے اس کا ثواب بھی اپنے حبیب ﷺ کو ہدیہ کیا اور ان کی سمت چل دیا۔ چوڑی راہ داری کے اختتام پر دروازوں سے باہر نکلتے ہی بائیں ہاتھ 5 دروازے ہیں۔ پہلا باب السلام اور آخری بابِ رحمت ہے' جبکہ درمیان میں بابِ ابی بکر 1، 2، 3 ہیں۔ ان کی ترتیب کچھ یوں ہے...!!

1۔ باب السلام: اس دروازے سے اندر داخل ہوں تو امام کا مصلّی اور اس کے پیچھے کی دو صفیں ہیں' جن کی تعمیر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسجدِ نبوی کی ابتدائی توسیع میں کی گئی۔

2۔ بابِ ابی بکر 1: اس کی سیدھ میں جائیں تو روضۂ رسولؐ کے سامنے کی تین صفوں میں نکلتے ہیں' جہاں سے مرد حضرات درود و سلام پیش کر کے بابِ بقیع' جو بالکل مقابل ہے' سے باہر نکل جاتے ہیں۔

3۔ بابِ ابی بکر 2: اس کی سیدھ میں ریاض الجنتہ کی تین صفیں ہیں۔

4۔ بابِ ابی بکر 3: اس کی سیدھ میں بابِ جبرئیل ہے اور درمیان میں وہ جگہ' جس کے ایک طرف روضہ کا عقب اور دوسری طرف اصحابِ صفّہ کا چبوترہ ہے۔

5۔ بابِ رحمت: اس کی سیدھ میں باب النساء ہے اور ایک جگہ اس کے ساتھ اصحابِ صفّہ کا چبوترہ ہے۔ ابھی اندر داخل ہوا ہی تھا کہ زوجہ کی کال آئی: ''اندر وہیل چیئر نہیں ہے۔ آپ کو باہر سے بندوبست کر کے لانی پڑے گی۔ یہاں لمبی لمبی قطاریں پہلے ہی لگ چکی ہیں۔ مجھے نہیں لگتا کہ ہم ابھی روضے پر جا سکیں گے۔'' میں نے ہدایت کی کہ بغیر وہیل چیئر کے جانے کی کوشش نہ کریں۔ میں انتظام کرتا ہوں۔ ہم نے طے کیا تھا کہ والدہ محترمہ وہیل چیئر پر بیٹھ کر روضے پر جائیں گی' جسے میری زوجہ سنبھالے گی۔ میں اس سلسلے میں باہر آیا' مگر کچھ ہی دیر میں اندازہ ہو گیا کہ یہ کام اس وقت روضے کی حاضری پر منتج نہیں ہو سکتا' چناں چہ میں مستورات کو لے کر مسجد سے باہر چل دیا۔ اب کی بار وہ ظہر کی اذان سے قبل مسجد پہنچ کر وہیل چیئر کی لائن میں لگ گئیں۔

(جاری ہے)

PERVAIZ UMAR
ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents
Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

ہجرت

قسط نمبر 10

بنتِ گوہر

"یار! مشکل ہو رہی ہے تو اتار دو نقاب!" بلال بولا۔

"جی ضرور! اگر مشکل ہو رہی ہو گی تو اُتار دوں گی، مگر مجھے مشکل ہو نہیں رہی۔" سارہ نے دھیمے لہجے میں کہا۔ سب کھانے میں مصروف تھے تو سارہ کہنے لگی: "امی! آپ کو پتا ہے... ہر اتوار کو ہمارے محلے کی مسجد میں امام صاحب بیان کرتے ہیں۔ بہت اچھا بیان ہوتا ہے۔ عورتوں کا بھی الگ انتظام ہوتا ہے۔"

"اچھا۔" گویا بس سن لی بات۔ اس کے سسرال والوں کو دین سے کوئی خاص لگاؤ نہ تھا، مگر وہ اچھے تھے۔ انھوں نے کبھی بھی سارہ کو پردے سے روکا نہیں تھا۔

❀❀❀

آج فلاح کا فون آیا تھا۔ سارہ خوشی خوشی بات کر رہی تھی۔ "آپی! آپ کو شادی مبارک ہو۔ میں نہیں آسکی شادی میں سوری...!" فلاح نے کہا۔

"کوئی بات نہیں... چلتا ہے۔ تم بتاؤ... کیسی چل رہی ہے زندگی؟" سارہ نے پیار سے پوچھا۔ "بس! اجنبیوں جیسی۔" فلاح اُداس سی بولی۔

"کیا ہوا گڑیا! ٹھیک ہو؟" سارہ پریشان ہوگئی۔

"وہ آپی! سب اعتراض کرنے لگے ہیں۔ آپ کو تو پتا ہے۔ اسلام آباد کتنا ماڈرن شہر ہے۔ یہاں تو شلوار قمیص پہننا بھی لڑکیاں اپنی توہین سمجھتی ہیں۔" فلاح نے اداسی سے کہا۔ وہ اسلام آباد میں کچھ عرصہ پہلے ہی شفٹ ہوئی تھی۔

"یہی تو مسلمانوں کی نشانی ہوتی ہے کہ وہ اجنبی ہوتے ہیں۔ ہر دور کے فیشن سے بے نیاز اپنے نبی ﷺ کی سنت پر چلنے والے۔ اپنے دین پر قائم رہنے والے۔" پھر تھوڑا رک کر بولی: "ایک مسلمان لڑکی کا واقعہ سناتی ہوں۔ وہ اسکول میں بے حد مشہور تھی۔ سب اس کو جانتے تھے۔ وہ مقابلوں میں بھی حصہ لیا کرتی تھی۔ سب ٹیچرز اس سے پیار کرتی تھیں۔ اس کا اسکول ختم ہوا۔ دو سال بعد وہ اپنے اسکول ٹیچرز سے ملنے کی غرض سے آئی، وہ ویسی ہی تھی، صرف اس کا ظاہر بدلا تھا۔ وہ پہلے کی طرح صرف حجاب نہیں پہنتی تھی، بلکہ سیاہ برقع میں ڈھکی ہوئی آئی تھی۔ صرف اسی وجہ سے اِس کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا کہ اس کی ٹیچرز نے اسے نہ پہچانا اور یہ کہہ کر گارڈ کے ذریعے نکلوا دیا کہ آپ مشکوک لگ رہی ہیں۔"

سارہ نے فلاح کو یہ نہیں بتایا کہ یہ اس کا اپنا واقعہ ہے، کیوں کہ وہ فلاح کے حوصلے کو توڑنا نہیں چاہتی تھی، وہ تو یہ سب اللہ کے لیے کر رہی تھی۔ کسی اور کو گواہ کیوں بناتی...! فلاح کی بہت ہمت بندھ گئی۔ وہ جو مایوس ہو کر بیٹھی تھی، ایک عزم تھا اس کے اندر اپنے خان دان کی پہلی نقاب لینے والی لڑکی بننے کا۔

کچھ دن بعد کا ذکر ہے۔ سارہ روٹیاں بنا کر کھانا لگا رہی تھی۔ اسے پتا نہیں کیا سوجھا، ٹیبل کے بجائے دستر خوان بچھا کر اس پر کھانا لگا دیا، حالاں کہ ڈر بہت لگ رہا تھا۔ سارہ نے بلال کا غصہ پچھلے ہفتے ہی دیکھا تھا۔ وہ بیٹھ کر ٹی وی دیکھ رہا تھا کہ سارہ نے پیار سے کہا: "پلیز! بند کر دیں۔"

"کیا یار...! تم نے میری زندگی کی ساری انٹرٹینمنٹ ہی ختم کر دی ہے۔ اگر تمہیں یہ سب نہیں پسند تو میں کیا کروں، لیکن میں اپنی زندگی میں مداخلت برداشت نہیں کروں گا۔" بلال نے آخری بات نہایت سختی سے کہی تھی۔ سارہ سہم گئی، پر اس نے کچھ نہ کہا۔ دل پر جبر کر کے منہ پر تکیہ رکھا اور سو گئی۔

"پتا نہیں آج کیا کہیں گے!" اس نے سوچا۔ خیر سب کو کھانا کھانے کے لیے بلا لیا۔ ساس سسر، دونوں نے حیرت سے کہا: "آج دستر خوان پر کھانا ہے؟"

"جی! آج کھانا بھی کھائیں گے اور ان شاء اللہ ثواب بھی کمائیں گے۔" کہہ کر سب کو بغور دیکھا۔ کسی نے کچھ نہیں کہا، مگر شاید بلال کسی سوچ میں گم تھے۔ بہت اچھے موڈ میں سب نے کھانا کھایا، گویا ماحول بنتا جا رہا تھا۔

❀❀❀

"سارہ!" بلال نے پکارا۔ "جی!" سارہ احترام سے، پوری طرح متوجہ ہو کر کھڑی ہوئی۔ "آج میرے دوست کی شادی ہے تو ہمیں بھی دعوت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم بہت اچھے سے تیار ہو کر جاؤ۔" بلال نے تاکید سے کہا۔

"جی! ٹھیک ہے۔" سارہ نے اطمینان سے جواب دیا۔

"اور پلیز! برقع اتار دینا وہاں۔" بلال نے زور دے کر کہا۔

"اگر مرد نہ ہوئے تو ضرور اتار دوں گی۔" سارہ نے جواب دیا۔

بلال کچھ دیر کھڑا رہا پھر چلا گیا۔ آج بہت دنوں بعد کوئی شادی آئی تھی۔ اس نے اپنی بَری کا ایک پیارا سا سوٹ نکالا، جو کہ لال رنگ کا تھا۔ میچنگ جیولری پہن کر تیار ہو رہی تھی، لیکن تیار ہوتے وقت بھی سر سے دوپٹہ نہیں اتارا تھا، کیوں کہ تین سال سے ایک عادت سی ہو گئی تھی۔ باجی نے جو بتایا تھا: "فرشتوں کو بھی عورتوں کے بالوں سے حیا آتی ہے!"

سارہ اپنے خیالوں میں گم تھی کہ بلال اس کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا، اس نے بغور شیشے میں دیکھا تو سامنے سارہ تیار سی کھڑی تھی۔ سارہ کی نظریں جب بلال کی نظروں سے ٹکرائیں تو مارے شرم کے اس نے نگاہ جھکا لی، کیوں کہ بلال بھی کم خوبصورت نہیں لگ رہے تھے۔

"تھوڑی میری بھی تعریف کر دو۔" بلال کے لہجے میں شوخی ہی شوخی تھی۔

"ماشاء اللہ! بہت اچھے لگ رہے ہیں۔" ابھی تک سارہ کی نظریں نیچے تھیں۔

"لیکن اپنی بیوی سے کم۔" بلال نے پیار بھرے انداز میں کہا۔ ہلکی پھلکی گفتگو ہوئی اور وہ گاڑی میں سوار ہو گئے۔ ہال میں پہنچے تو پتا چلا کہ مردوں اور عورتوں کا اکٹھا انتظام ہے۔ سارہ پریشان سی ہو گئی۔ (جاری ہے)

بڑی نیکی

سمیرا انور

" ماما! آپ نے شایان کو کھانے پر کیوں روکا تھا؟ صارم نے منہ بناتے ہوئے ان سے پوچھا۔"

شایان آپ کا دوست ہے بیٹا اور ویسے بھی گھر آئے مہمان کو کھانا کھلائے بغیر بھیجنا مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔" انھوں نے سختی سے کہا۔

"ماما وہ مہمان تھوڑی ہے ہر دوسرے روز مجھ سے ملنے چلا آتا ہے اور وہ تو ہر جگہ کھانے بیٹھ جاتا ہے۔" اس کی بات سن کر انھیں بہت دکھ ہوا۔

" اس بار شایان نے کھانے کے وقت رکنے کی کوشش کی تو میں اسے واپس بھیج دوں گا۔" صارم نے غصے سے سوچا اور کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

صارم اور شایان ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے۔ شایان اکثر صارم کے گھر ہی پایا جاتا تھا۔ صارم کی ماما اچھی طبیعت کی مالک تھیں۔ صارم ان کا اکلوتا بیٹا تھا وہ اس کی بہت عمدہ تربیت کرنا چاہتی تھیں مگر صارم کا دل دوسروں کے لیے کشادہ نہیں تھا۔ اسے شایان کا اپنے گھر آنا اور اپنی ماما کا اسے کھانے پینے کی چیزیں دینا بالکل بھی بھاتا نہیں تھا۔

"شایان! لگتا ہے کہ تمھیں گھر پر کچھ نہیں ملتا، اس لیے یہاں چلے آتے ہو۔" ایک بار صارم کے طنزیہ انداز پر شایان کے ہاتھ میں کسٹرڈ کا پیالہ کانپ گیا اور وہ شرمندگی سے دوسری طرف منہ پھیر گیا۔

"بری بات ہے بیٹا، تم تو خوش قسمت ہو کہ تمھارے گھر سے کسی مہمان کے پیٹ میں کھانے کا لقمہ جاتا ہے۔" اس کی ماما نے اسے معمول کی طرح سمجھایا۔

"لقمہ نہیں۔۔ پورا ڈھیر ہی کھا جاتا ہے مہمان صاحب۔" صارم نے مذاق اڑایا۔

شایان کے پانچ بہن بھائی تھے۔ وہ بہت غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ بھی صارم کی طرح اچھے اچھے کھانے کھائے اور عمدہ پہنے۔

"امی جان! میں صارم کی طرف جا رہا ہوں۔ کچھ دیر میں واپس آجاؤں گا۔" شایان کی امی کے روٹی بناتے ہاتھ رک گئے اور کہنے لگیں: "میرے بچے! کسی کے گھر روز روز جانا کوئی اچھی بات نہیں ہے، بس کھانا تیار ہے تم منہ ہاتھ دھو لو اور دستر خوان پر اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ بیٹھ کر کھاؤ۔" "امی جان! مجھے دال پسند نہیں ہے اور ہمارے ہاں کون سا گوشت یا کوفتے بنتے ہیں۔ صارم کے گھر روزانہ ہی کوئی نہ کوئی لذیذ ڈش بنی ہوتی ہے۔" شایان للچاتے ہوئے بولا۔

" اللہ کا شکر ادا کیا کرو شایان کہ اس نے ہمیں ہر نعمت سے نوازا ہے۔" امی جان نے اسے سمجھایا۔ "ہمارے پاس صارم کی طرح گھر نہیں ہے، ہمارا کھانا اور پہناوا بھی ان سے مختلف ہے۔" شایان نے اداسی سے کہا۔

"دیکھو بیٹا! اللہ نے سب کو اپنی مرضی کے مطابق دیا ہے اور اس کی تقسیم کے سامنے سر جھکانا ہمارا فرض ہے۔" امی جان کی بات سن کر شایان پر سوچ انداز سے ایک طرف بیٹھ گیا۔

اگلے روز صارم کے پاپا ٹریفک حادثے میں شدید زخمی ہو گئے۔ شایان کو صارم کے ملازم نے بتایا۔ " امی جان آپ میرے ساتھ ہسپتال چلیں صارم کے پاپا کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔" شایان تھوڑی ہی دیر میں اپنی امی کے ساتھ ہسپتال پہنچ گیا۔ "بہن! اب صارم کے پاپا کی طبیعت کیسی ہے؟ شایان کی امی نے آنسو بہاتے صارم کے سر پر ہاتھ رکھا۔ "ڈاکٹر ابھی کچھ نہیں بتا رہے بس کہتے ہیں دعا کریں۔" صارم کی ماما نے آنکھیں پونچھیں۔ اتنے میں آپریشن تھیٹر سے ڈاکٹر باہر آیا۔ "کسی نیکی نے انھیں بچا لیا ہے ورنہ اتنا شدید حادثہ کے بعد بچنا ممکن نہیں تھا، مبارک ہو اب وہ خطرے سے باہر ہیں۔" یہ سن کر سب کے درمیان خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

شایان اور اس کی امی ابھی ہسپتال میں ہی تھے کہ شایان کے ابو کے نمبر پر فون آیا، جو شایان کی والدہ نے اٹھایا۔ شایان کے ابو جان کو فیکٹری کی طرف سے اچھی کارکردگی پر ایک خوب صورت گھر ملا تھا اور انھیں اچھے عہدے پر ترقی بھی مل گئی تھی۔ "ہمیں ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے وہی نوازتا ہے اور وہی واپس لیتا ہے۔" شایان کے ابو نے دھیمے سے لب ہلاتے ہوئے کہا۔

"جی ابو جان! اب ہم ہر موقع پر اللہ کا شکر ادا کریں گے کیوں کہ ہم اس کی تقسیم پر راضی ہیں۔" شایان نے دل ہی دل میں اپنی ناشکری کرنے پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔

"ماما! ڈاکٹر کس نیکی کا ذکر کر رہے تھے؟" صارم نے گھر آکر سوپ کی تیاری میں مصروف اپنی ماما سے پوچھا۔ "بیٹا ہمیں تو معلوم نہیں کہ اللہ کو ہماری کون سی نیکی پسند آئی ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ اللہ کو ہماری مہمان نوازی پسند آگئی ہو۔" صارم ان کی بات سمجھ کر شرمندہ ہو گیا اور بولا: "ماما! میں اب خود شایان کو اپنے گھر آنے کی دعوت دوں گا کیوں کہ میں جان گیا ہوں کہ مہمان نوازی ایک بڑی نیکی ہے۔" یہ سن کر اس کی ماما مسکرا دیں۔

بول کہانی
چکور کی کور
چکور کور چکور

چاند کا چکور

ڈاکٹر الماس روحی

اَمل بہت پیاری بچی تھی، جسے پرندے بہت اچھے لگتے تھے۔ آسمان پر اُڑتے پرندوں کو وہ بہت شوق سے دیکھتی تھی۔ کوئی چڑیا اگر گھر کی بالکونی میں آکر بیٹھتی تو اسے بہت اچھا لگتا اور وہ اسے دل چسپی سے دیکھتی۔ وہ روز گھر کی چھت پر دانہ پانی رکھتی تھی۔ صبح سویرے بہت سے پرندے گھر کی چھت پر آجاتے تھے، جنھیں دیکھ کر وہ خوش ہوتی۔ رات ہوتی تو آسمان پر چمکتا چاند اور دور دور اٹکے تارے اسے اچھے لگتے تھے۔ اس روز تو وہ بہت خوش ہوئی، جب دادا جان نے ابو امی کے ہم راہ اُسے نانی کے پاس بھیجنے کا بتایا۔ اس کی نانی ملک یورپ میں رہتی تھیں، وہ ہفتے میں ایک بار ضرور امل اور اس کی امی سے بات کرتی تھیں۔

سات سال پہلے وہ یورپ گئی تھی، مگر تب وہ بہت چھوٹی تھی۔ اسے تو کچھ بھی یاد نہیں، اس وقت وہ امی کی گود میں ھمک ھمک رہی تھی۔ تب تو وہ بول بھی نہیں سکتی تھی، کیوں کہ اس وقت ایک سال کی جو تھی، مگر اب وہ پورے آٹھ برس کی گڑیا جیسی بچی تھی۔ اس کے بال نوک دار دو چوٹیوں میں اس کی امی گُندھے رکھتی تھیں۔ یہ اس کی نانی کی ہدایت تھی، تاکہ اس کے بال لمبے، گھنے اور مضبوط ہو جائیں۔ اب وہ پَٹ پَٹ بولتی رہتی تھی۔ اس نے خوشی خوشی امی ابو کے ساتھ یورپ جانے کی تیاری کی۔ جب وہ جہاز میں بیٹھی تو اسے بہت مسرّت ہوئی، وہ جہاز کی کھڑکی سے بادلوں کو دیکھ رہی تھی، اسے لگ رہا تھا جیسے بادل بھی اس کے ساتھ ساتھ اُڑ رہے ہیں۔ ایک طویل سفر کے بعد وہ نانی جان کے گھر پہنچی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ نانی جان کا گھر تو کہانیوں جیسا تھا۔

لکڑی سے بنا ہوا گھر بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔ ان کے گھر کے آگے بڑا سا باغ تھا۔ آسمان پر بادلوں کے قافلے بڑھتے رہتے تھے۔ ان کے مکان کی کھڑکی کے نیچے ہوا سے کانپتے ہوئے پیڑوں کی سرسراہٹ اچھی لگتی تھی۔ بارش جب گھر کی دیواروں، کوٹھوں اور گھروں کے گھنے درختوں پر پڑتی تو اسے موسم بہت اچھا لگتا تھا۔ وہاں رات کو خالی خالی رستوں پر روشنیاں بھی تھیں، وہ روز رات کو نانی سے کہانیاں سنتی تھی۔ اس رات بھی وہ کہانی سن رہی تھی کہ اچانک کمرے کی کھڑکی کے پاس کوئی چیز گرنے کی آواز آئی۔ نانی اور وہ باہر آئے، اس نے دیکھا یہ ایک بہت پیارا پرندہ تھا، جو تیتر سے بڑا سُرمئی رنگ کا تھا، جس کے پروں پر کالے رنگ کی دھاریاں تھیں۔ اس کی سرخ رنگ کی چونچ بھی چھوٹی اور مضبوط تھی، اس کے پیروں کا رنگ گاجر کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔

نانی نے بتایا: ”یہ پرندہ چاند سے بہت محبت کرتا ہے، اسے چاند اچھا لگتا ہے۔ چاندنی میں یہ کلیلیں کرتا ہے۔ چاند کی طرف لپک لپک کر اڑتا ہے، اسے چھونے کی خواہش میں وہ اتنا اڑتا ہے کہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ یہ اڑ رہا ہوگا اور بلندی پر جاتے جاتے تھک چکا ہوگا، شاید اسی لیے گِر گیا ہے۔“ چکور سہا ہوا زمین پر پڑا ہوا تھا۔ امل نے پیار سے اسے پچکارا اور پھر اسے اٹھا کر نانی کے ساتھ کمرے میں آگئی اور ایک ٹوکری میں اسے رکھ دیا اور اس کے سامنے پانی کی کٹوری رکھ دی۔ ”نانی جان! کیا یہ بھوکا ہوگا؟“

نانی جان نے بتایا: ”یہ اڑتے ہوئے فضائی کیڑے مکوڑے کھاتا ہے اور اناج اور زمینی کیڑے مکوڑے بھی کھا جاتا ہے اور باغ میں آتا ہے تو یہ گھاس بھی کھا جاتا ہے۔“

”نانی جان! اس کا گھر کہاں ہوگا؟“ امل نے چکور کو پیار کرتے ہوئے پوچھا۔ ”یہ گہری پہاڑیوں اور کھائی میں گھونسلے بنا کے رہتے ہیں...!“ باتیں کرتے کرتے امل سو چکی تھی۔

◆◆◆

وہ بادلوں سے بھری صبح تھی۔ چمن کا ہر پھول حیرت زدہ تھا، کیوں کہ موسم بہت خوش گوار تھا۔ امل چکور کو باہر باغ میں لے آئی، مگر یہ چکور تو اڑ نہیں پا رہا تھا۔ امل کو بہت افسوس ہوا۔ نانی نے اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھا تو مسکرائیں اور بولیں: ”ابھی اس کی خدمت اور کرنی پڑے گی۔“ پھر نانی نے ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد اس کو اناج دیا تو وہ کھانے لگا۔

”نانی جان! یہ سب سے زیادہ کہاں پائے جاتے ہیں؟“

”پیاری گڑیا! یہ ایشائی ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔ یورپ میں تو یہ سب سے زیادہ ہوتے ہیں، ان کی مخصوص آواز ”کور چکور کور چکور“ ہے، اس لیے اسے چکور کہتے ہیں اور چاند کے گرد چکر لگانے کی وجہ سے بھی اسے لوگ چکور کہتے ہیں۔“ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ وہ کور چکور کور چکور کی آواز لگانے لگا۔ نانی جان نے اسے ایک اور دل چسپ بات بتائی: ”اس پرندے کو شکاری شکار کے لیے اپنے پاس رکھتے ہیں، اس کی آواز سن کر دوسرے چکور اس کے پاس جو آتے ہیں اور کسان بھی اسے شوق سے پالتے ہیں۔“ کچھ دیر بعد

نانی جان نے اسے ایک اور اہم بات بتائی۔ ”اس کا گوشت بہت لذیذ ہوتا ہے۔ یورپین شوق سے کھاتے ہیں۔“ اچانک چکور بولا۔
”کور چکور کور چکور! میں کوہستانی پرندہ ہوں۔ مجھے کبکِ دری بھی کہتے ہیں۔“ امل ہنسنے لگی اور کہا: ”نانی جان! یہ تو بات کرتا ہے؟“
پھر چکور کی طرف دیکھ کر پوچھا: ”اچھا یہ بتاؤ‘ تمہیں چاند کیوں پسند ہے؟“ چکور بولا: ”کور چکور کور چکور...پیاری بچی! مجھے چاند اس لیے پسند ہے کہ وہ سفید اور روشن دکھائی دیتا ہے۔ میں بہت خوش ہوتا ہوں۔ اللہ نے چاند کو بہت خوب صورت بنایا ہے۔“ امل اس سے دیر تک باتیں کرتی رہی۔ روز کی دیکھ بھال سے چکور کا زخم ٹھیک ہو چکا تھا۔ اس کے اب پر آچکے تھے۔ رات کو چکور نے کور چکور کور چکور کہنا شروع کیا‘ اس کی آواز سن کر بہت سارے چکور نانی کے باغ میں آگئے۔ سب نے امل اور اس کی نانی کا شکریہ ادا کیا‘ یوں وہ چکور اپنے دوسرے دوست چکوروں کے ساتھ اُڑ گیا۔ امل اور نانی ہاتھ ہلا ہلا کر خدا حافظ کہہ رہی تھیں۔ چند ماہ بعد بہت ساری یادوں کے ساتھ وہ اپنے پیارے ملک پاکستان آگئی۔ اب جب بھی چاند کو دیکھتی ہے تو اسے نانی کے گھر کا وہ چکور ضرور یاد آتا ہے‘ جو اس سے چاند کی باتیں کرتا تھا۔

ہم راہ...ساتھ	گندھے...بندھے ہوئے	مسرّت...خوشی	طویل...لمبا	سَرسراہٹ...درختوں کی آواز
سہما...ڈرا	بلندی...اونچائی	چمن...باغ	فضائی...ہوائی	کبک دری...پرندہ

”گڈّو‘ گڈّو‘ یہ چڑیا کیوں پکڑ لائے ہو؟“ ابو جی گڈّو کو آواز دیتے ہوئے غصّے سے بولے۔ دراصل گڈّو میاں باغ میں گئے تھے تو ایک چڑیا ان کے کندھے پر آکر بیٹھی اور بس! گڈّو میاں نے اسے جھٹ سے پکڑ لیا۔ ”مگر میرے پاس پنجرہ تو ہے ہی نہیں؟“ گڈّو اکیلے اکیلے بڑبڑائے۔ ”ایسا کرو...اس کے پاؤں میں دھاگا باندھ کر اسے گھر کی گرل کے ساتھ باندھ دو۔ پُھدکتی رہے گی‘ مگر بھاگ نہیں سکے گی۔“ شیطان نے ان کے دماغ میں آئیڈیا ڈالا اور گڈّو میاں اس پر عمل کر بیٹھے۔

”گڈّو بیٹا! یہ آپ نے بہت برا کام کیا ہے۔“ ابو جی ناراضی سے بولے۔
”وہ‘ وہ ابو جی! یہ چڑیا مجھے بہت اچھی لگی‘ اسی لیے...“
”مگر بیٹا! میرے خیال سے یہ فضا میں اڑتی‘ چہچہاتی زیادہ اچھی اور پیاری لگتی ہے اور آپ کو پتا ہے کہ اس کے گھونسلے میں ننھے منھے بچے بھی ہو سکتے ہیں‘ جو کب سے اس کا انتظار کر رہے ہوں گے کہ ”ہماری امی آئیں گی‘ دانہ دنکہ لائیں گی۔“ مگر ان کو کیا پتا کہ ان کی امی کو تو گڈّو میاں نے قید کر لیا ہے۔“
”اوہ...!“ گڈّو میاں بے حد شرمندہ ہوئے۔
”اور آپ کو پتا ہے‘ اس ڈوری سے ننھی چڑیا کے پاؤں پر زخم بھی ابھر آیا ہے۔“ ابو جی نے گڈّو کو مزید شرمندہ کیا۔
”ابو جی! مجھے معاف کر دیں۔ یہ تو میں نے بہت برا کر دیا۔“
”بیٹا! معافی مجھ سے نہیں‘ اللہ تعالیٰ سے مانگیے کہ آپ نے اس کی مخلوق کو پریشان کیا۔“ ابو جی نرمی سے بولے۔ پھر گڈّو نے چڑیا کے پاؤں سے ڈوری نکال کر نرمی سے مرہم لگایا‘ پانی پلایا اور چڑیا کو ہوا میں چھوڑ دیا۔ اب ان کو وضو بنا کر اللہ میاں سے استغفار بھی کرنا تھا۔

گڈّو میاں نے چڑیا پکڑی

اُمّ مصطفی

کسی سے مشورہ کرلیں

الطاف حُسین

ایاز کئی دنوں سے پریشان تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے بنا سوچے سمجھے اور کسی سے مشورہ کیے بغیر جلد بازی میں ایک فیصلہ کر لیا تھا، اس نے اپنے محلے میں ایک دکان کرائے پر لے کر اس میں ہزاروں روپے کی دوائیں لا کر رکھ لی تھیں، جبکہ محلے میں دو میڈیکل اسٹور پہلے سے موجود تھے۔ دوائیں تو لوگ اس کے میڈیکل اسٹور سے بھی لیتے تھے، لیکن ایسے لوگوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ تھی۔ اگر ایاز میڈیکل اسٹور کھولنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لیتا اور اپنے بزرگوں، استادوں اور دوستوں سے اس کام کے بارے میں مشورہ کر لیتا اور ان کی ماہرانہ رائے کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کرتا تو آج یوں پریشان نہ ہوتا۔
آپ جب بھی کسی مسئلے سے دوچار ہوں تو ایاز کی طرح جلد بازی کا مظاہرہ ہر گز نہ کریں، کیوں کہ جلد بازی میں اور بغیر مشورہ کیے جانے والے فیصلے اکثر پریشانی اور پچھتاوے کا سبب بنتے ہیں اور انسان کو مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے اور لوگ مفت میں تماشہ دیکھتے ہیں۔
ہمارے پیارے نبی ﷺ کو بھی جب کسی اہم معاملے میں کوئی فیصلہ کرنا ہوتا تو اس سے پہلے اپنے ساتھیوں (صحابہ کرامؓ) سے صلاح مشورہ کرتے اور ہر ساتھی کی رائے بڑے غور سے سنتے تھے اور جب سب کی رائے حاصل ہو جاتی تو اس کے بعد ان آراء کی روشنی میں فیصلہ کرتے تھے اور اس پر عمل فرماتے تھے۔ ہم مسلمان ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچے دل سے اپنا نبی اور بہترین رہ نما تسلیم کرتے ہیں، اس قابلِ فخر تعلق کی بنیاد پر ہمیں چاہیے کہ جب بھی کسی معاملے پر کوئی فیصلہ کریں تو عمل کرنے سے پہلے اپنے والدین، بڑے بھائی بہن، اساتذہ اور دوستوں سے اس فیصلہ پر لازماً رائے لیں، تاکہ فیصلہ پر موثر طریقے سے عمل کرتے ہوئے باعثِ رشک کامیابی حاصل ہو سکے۔

BAITUSSALAM

مخلص احباب کا فیصلہ

آئی کیئر ٹو شیئر

تاحیات ماہانہ ممبرشپ پروگرام

خدمت اور خیر کے گراں قدر منصوبوں کے لیے
ہر ماہ 5 ہزار روپے عطیہ کریں گے

آپ بھی اس مبارک سفر شامل ہو سکتے ہیں

+92+21-111-298-111 +92+321-2120004
+92+322-2120004 www.baitussalam.org

میری گڑیا

سویرا فلک

ماہم ایک بہت خوب صورت بچی تھی، اس کا گورا رنگ سنہری بال اور نیلی آنکھیں اسے بالکل کسی پری کی مانند دکھاتے تھے۔ سب ہی لوگ اسے بہت چاہتے تھے، مگر اس کی ایک عادت کے باعث لوگ اس سے نالاں بھی رہتے تھے اور وہ یہ کہ وہ کسی کا کہنا نہیں مانتی تھی۔ وہ ہمیشہ وہی کرتی تھی، جو اس کے دل میں آتا تھا، اس کی امی نے اسے کئی بار سمجھایا کہ "پیاری بیٹی ماہم! خوب صورتی وقتی طور پر تو دل موہ سکتی ہے، مگر اصل میں خوب سیرتی ہی لوگوں کے دل میں ہمیشہ کے لیے گھر کر پاتی ہے اور بچے وہی اچھے ہوتے ہیں، جو بڑوں کے فرماں بردار ہوتے ہیں۔" مگر ماہم امی کی باتیں ایک کان سے سنتی اور دوسرے سے نکال باہر کرتی۔ جب بھی امی اسے کسی کام کے لیے کہتی تو وہ جھٹ سے منع کر دیتی۔ بالآخر امی نے اسے کوئی کام کہنا ہی چھوڑ دیا۔ اس پر ماہم اور خوش ہو گئی کہ اب اس کی جان ہی چھوٹ گئی۔ اب وہ سارا وقت کھیل میں مصروف رہنے لگی۔

ماہم کے ماموں نے سالگرہ پر اسے ایک نیلی آنکھوں والی گڑیا تحفے میں دی تھی۔ اب جب اس کے ماموں 5 سال بعد دبئی سے پاکستان آرہے تھے تو اس نے ان سے فرمائش کر کے اپنی گڑیا کے لیے ایک گھر منگوایا۔ ماموں جب آئے تو وعدے کے مطابق ایک بڑا سا ڈول ہاؤس اس کے لیے لے کر آئے۔ ڈول ہاؤس لے کر ماہم بہت خوش تھی، مگر اس کی ایک حرکت کو سب ہی نے محسوس کیا کہ وہ تحفہ ملتے ہی اپنے کمرے میں جا گھسی، نہ اس نے ماموں سے باتیں کی اور نہ ہی ٹھیک سے ان کا شکریہ ادا کیا، اس کے علاوہ امی جان اکیلے ہی ماموں کے لیے کھانے کے انتظام اور خاطر مدارت میں لگی رہیں۔ ماہم جب دل بھر کر کھیل چکی اور اسے بھوک لگی تو اس نے دیکھا کہ ماموں تو جا چکے تھے اور امی بھی سو چکی تھیں۔ ماہم کو تھوڑا عجیب لگا کہ ماموں تو اسے بہت چاہتے تھے، مگر وہ جاتے ہوئے اس سے مل کر بھی نہ گئے اور امی نے دعوت میں جو میٹھا بنایا تھا، وہ تو ماموں کے ساتھ ساتھ ماہم کو بھی بہت پسند تھا، مگر امی نے بھی اسے کھانے پر نہیں بلایا۔ نجانے کیوں اسے اپنی کم اہمیت کا احساس ہوا اور اسے رونا آنے لگا۔ بھوک جیسے مر گئی... وہ کمرے میں واپس آکر روتے روتے سو گئی۔

ماہم کو ابھی سوئے کچھ دیر گزری تھی کہ چند آوازوں سے اس کی آنکھ کھل گئی، وہ چونک کر اٹھی تو کیا دیکھتی ہے کہ ڈول ہاؤس میں خوب چہل پہل ہے۔ وہ حیرت سے قریب آکر غور سے دیکھتی ہے تو نیلی آنکھوں والی گڑیا مسکراتے ہوئے دستر خوان پر پلیٹیں رکھ رہی ہے، پھر وہ نہایت سلیقے سے دستر خوان پر بیٹھے مہمانوں کو کھانا پیش کرتی ہے۔ تھوڑی دیر میں ایک اور گڑیا آتی ہے اور نیلی آنکھوں والی گڑیا کو گلے لگا کر ماتھے پر پیار کرتی ہے اور پھر سب مہمانوں سے کہتی ہے کہ "مجھے اپنی بیٹی پر فخر ہے۔ میری بیٹی صورت کے ساتھ ساتھ سیرت میں بھی اعلیٰ ہے۔ یہ ہر کام میں میری مدد کرتی ہے۔ سب لوگوں سے خلوص اور محبت سے پیش آتی ہے۔" تب نیلی آنکھوں والی گڑیا مسکراتے ہوئے کہتی ہے:

"امی! کیوں کہ میں جانتی ہوں کہ محبت میں ہی عظمت ہے اور اچھا انسان وہی ہے، جس کے اخلاق اچھے ہیں اور آپ کی خدمت کے بدلہ میں ملنے والی دعائیں میرے لیے اس دنیا کا سب سے قیمتی تحفہ ہیں۔" پھر اچانک نیلی آنکھوں والی گڑیا کا چہرہ جگمگانے سا لگتا ہے اور اچانک ایک آواز آتی ہے: "دلوں میں اللہ رہتا ہے اور اچھے دل والے لوگوں کے چہروں پر اللہ کا نور برستا ہے۔" یہ سب کچھ دیکھ کر اور سن کر ماہم شرم سے پانی پانی ہو گئی اور امی کی طرف بھاگی۔

"امی مجھے معاف کر دیں۔ میں آیندہ آپ کی ہر بات مانوں گی۔"

"کیا ہوا ماہم بیٹی! تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟ میں معافی چاہتی ہوں گڑیا! جانے کیسے میری آنکھ لگ گئی، پھر میں کمرے میں آئی تو دیکھا کہ تم سو رہی تھیں۔"

امی، ماہم کے پاس اس کے بستر پر بیٹھی، اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھیں، تب ماہم کو احساس ہوا کہ وہ خواب دیکھ رہی تھی۔ امی کی محبت نے اسے اور شرم سار کر دیا اور معافی مانگتے ہوئے ان کے گلے لگ گئی اور دل ہی دل میں اللہ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے خواب میں ہدایت کا راستہ بتایا۔ بے شک! اللہ اپنے بندوں سے بے حد محبت کرتا ہے۔ اسے اب اپنی گڑیا اور بھی عزیز ہو گئی تھی اور وہ جب بھی گڑیا کے ساتھ کھیلتی، تب زور زور سے گاتی جاتی

گڑیا میری بھولی بھالی نیلی نیلی آنکھوں والی
گود میں لو تو آنکھیں کھولے میٹھی میٹھی بولی بولے
گود سے اترے چپ ہو جائے آنکھیں موندے اور سو جائے
کھیلتے دیکھا، سوتے دیکھا کبھی نہ اس کو روتے دیکھا
مجھ سے کھیلے آنکھ مچولی گڑیا ہے میری ہم جھولی

"یہاں سے میں اس ہرن کو آسانی سے نشانہ بنالوں گا۔" فرید ہرن پر نظریں جماتے ہوئے بولا، جو آرام سے بیٹھا ہوا گھاس چر رہا تھا۔

"اللہ کرے تمہارا نشانہ ٹھیک بیٹھے، ورنہ تو یہاں کوئی اور شکار نظر نہیں آتا۔" جنید کے لہجے سے مایوسی صاف جھلک رہی تھی، کیوں کہ صبح سے جتنے بھی شکار انھیں نظر آئے تھے، وہ سب بھاگ نکلے تھے اور اب تو سورج بھی غروب ہونے لگا تھا، جس کی وجہ سے سارے چرند پرند اپنے اپنے غاروں اور گھونسلوں میں جا چھپے تھے، اب صرف اس ہرن کے علاوہ انھیں کوئی دوسرا جانور نظر نہیں آرہا تھا۔ اسی وقت فرید نے اپنے پستول کا ٹریگر دبا دیا، مگر پستول کا جھٹکا اس زور کا تھا کہ فرید اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور جس درخت پر وہ چڑھا ہوا تھا، اس سے دھڑام سے نیچے جا گرا اور اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا۔

❀❀❀

چیف طارق کے کمرے میں ایک خوش شکل آدمی داخل ہوا اور ان کے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ پریشانی اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

"میرے دو بیٹے فرید اور جنید کل سے غائب ہیں۔" سلام دعا کے بعد اس نے اپنا موقف بیان کیا۔ "اوہ، اچھا۔۔۔! پہلے تو یہ بتائیے کہ آپ کا نام کیا ہے اور آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟"

"میرا نام احمد شعیب ہے۔ میں دراصل شکاری ہوں اور ملک کے مختلف جنگلوں میں شکار کھیلنا میرا پیشہ ہے۔ یہی شوق میرے دونوں بچوں کو بھی ہے، لہٰذا کل صبح وہ شہر کے شمالی جنگلات میں شکار کھیلنے گئے تھے، لیکن جب وہ دونوں رات تک بھی واپس نہ آسکے تو مجھے پریشانی لاحق ہوئی اور اب تو دوپہر بھی ہو چکی ہے اور ابھی تک ان کا کوئی اتا پتا نہیں ہے۔" احمد شعیب گھبرائی ہوئی آواز میں کہتے چلے گئے۔

"لیکن آپ کو تو فوراً پولیس اسٹیشن جانا چاہیے تھا؟" چیف نے اعتراض کیا۔

"میں صبح پولیس اسٹیشن بھی گیا تھا اور انھوں نے پرچہ بھی کاٹ دیا تھا اور مجھے تسلی بھی دی، مگر مجھے چین نہ آیا اور میں یہاں آگیا، کیوں کہ میں نے آپ کا نام اخباروں میں بہت پڑھا ہے اور آپ سے بہت عقیدت بھی ہے۔" احمد شعیب بولے۔ "ٹھیک ہے! میں آپ کے ساتھ چلنے کے لیے ابھی تیار ہوں۔" چیف نے کہا اور اپنے دفتر سے باہر آگئے۔ "آپ نے ابھی تک اپنا پتہ نہیں بتایا؟"

"میں 121 گرین ٹاؤن میں رہتا ہوں۔"

"اچھا! آپ میری جیپ میں چلیں گے یا اپنی کار میں؟" چیف نے ان کے سامنے کھڑی جیپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "میں آپ کی جیپ میں چلتا ہوں، بعد میں اپنی کار لے جاؤں گا۔" احمد شعیب بولے۔ "ٹھیک ہے۔ میں سب سے پہلے شمالی جنگلات چلنا پسند کروں گا۔" چیف نے یہ کہتے ہوئے اپنی جیپ اسٹارٹ کی اور وہ لوگ شمالی جنگلات کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ جنگلات بہت گھنے اور بہت وسیع پیمانے پر محیط تھے۔ "آپ کے پاس اپنے بیٹوں کی کوئی تصویر ہے؟"

"جی، ہاں!" انھوں نے کہا اور اپنے بٹوے میں سے دو تصاویر نکال کر انھیں دیں۔ یہ دو خوب صورت نوجوانوں کی تصاویر تھیں۔

"یہ فرید کی ہے اور یہ جنید کی۔ فرید 71 اور جنید 61 سال کا ہے۔" انھوں نے اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔ چیف طارق نے مختلف جگہوں پر فون ملانا شروع کر دیا اور دونوں لڑکوں کے حلیے بتانے لگے۔ فون سے فارغ ہو کر انھوں نے کہا: "آپ کے بیٹوں کی تلاش پورے شہر میں شروع ہو چکی ہے۔" سوا گھنٹے کے سفر کے بعد، وہ جنگل پہنچ گئے اور آگے بڑھتے چلے گئے۔ اب وہ پیدل سفر کر رہے تھے کہ اچانک ہی ایک لمحے کے لیے ان کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں، انھوں نے اِدھر اُدھر دیکھا، مگر کچھ نظر نہ آیا۔

"شام ہونے والی ہے، مگر اب بھی سورج پورے آب و تاب کے ساتھ چمک رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہاں کوئی ایسی چیز پڑی ہے، جس سے سورج کی روشنی منعکس ہو کر ہماری آنکھوں کو روشن کر گئی تھی۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" احمد شعیب نے چیف طارق کی تائید کی۔ اب چیف طارق نے اس چیز کی تلاش شروع کر دی۔ جلد ہی انھیں ایک ہتھیلی کے برابر آئینہ نیچے پڑا نظر آیا۔ "آپ کو پتا ہے کہ یہ کس کا ہے؟" انھوں نے احمد شعیب سے پوچھا۔

"جج، جی، جی ہاں! یہ میرے بیٹے فرید کا ہے،"

(جاری ہے)

جانے دے استاد! کوئی نہیں ہے

موسم بہت سُہانا تھا'آسمان بادلوں سے گھرا ہوا تھا'ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی'ایسے موسم میں کاغان جنتِ صغیر کا منظر پیش کر رہا تھا۔ میں اور ساجد گرمیوں کی چھٹیاں منانے کاغان آئے ہوئے تھے۔کوئی گاڑی نہ ملنے پر ہم دونوں لوکل بس میں محوِ سفر تھے۔ابھی میں موسم سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ مجھے ڈرائیور کی آواز نے متوجہ کیا: ''استاد! سواری بٹھاؤ۔''ڈرائیور نے بلند آواز سے کنڈیکٹر سے کہا اور اس کے ساتھ ہی گاڑی رُک گئی۔میں نے کھڑکی سے باہر جھانکا تو وہاں ''نہ بندہ تھا'نہ بندے کی ذات''دُور دُور تک انسان کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ میں نے حیران ہو کر دوبارہ ڈرائیور کی طرف دیکھا تو اس نے اسٹیرنگ پر سر رکھا ہوا تھا'اتنے میں کنڈیکٹر کی آواز آئی: ''جانے دے استاد! کوئی نہیں ہے۔''مگر گاڑی کو نہ چلنا تھا اور نہ ہی چلی'کیوں کہ گاڑی کو چلانے والا'اس دنیا کی گاڑی چلانے والے کے پاس جا چکا تھا۔محترم قارئین! کچھ پتا نہیں زندگی کا'اس سے پہلے کہ زندگی کا یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ گُل ہو جائے اور ہم بھی نجانے کب موت کا نوالہ بن جائیں'ہمیں اپنی اصلی منزل کے لیے تیاری شروع کر دینی چاہیے۔

مرسلہ: حمزہ رمضان'کراچی

عجیب خوشی

''ارے'بیٹا! کیا ہوا؟ تم کچھ پریشان سے لگ رہے ہو؟''امی جان معاویہ سے بولیں۔''نہیں'کچھ بھی نہیں۔''معاویہ'جو کسی گہری سوچ میں گم تھا'جلدی سے بولا۔اچھا'بیٹا! چائے پی لو اور اپنے اسکول کا کچھ کام کر لو۔''امی جان بولیں۔معاویہ کافی دیر تک ایسے ہی بیٹھا رہا'پھر عصر کی اذان سن کر نماز کے لیے چلا گیا۔شام کو معاویہ کھیل میں بھی دلچسپی نہیں لے رہا تھا۔بظاہر تو وہ کھیل رہا تھا'مگر ذہنی طور پر کہیں گم تھا'اس کے گہرے دوست احمد نے یہ بات محسوس کر لی اور بہت اصرار کیا'مگر وہ گول مول سا جواب دے کر جان چھڑا کر چلا گیا۔

◆◆◆

رات کے کھانے کے بعد ابو جان اپنے کمرے ایک کونے والی کرسی پر کتاب پر جھکے ہوئے تھے۔امی جان ذکر کر رہی تھیں اور بہنیں ابو کے ساتھ اپنی درسی کتاب کا مطالعہ کر رہی تھیں۔معاویہ بغیر آواز پیدا کیے ابو کے سامنے بیٹھ گیا۔ابو جان نے نظریں اٹھائیں اور بولے: ''بیٹا! تم کچھ پریشان لگ رہے ہو؟ کیا کوئی بات پوچھنی ہے؟''معاویہ نے سنبھلتے ہوئے کہا: ''جی'ابو! میں کچھ سوالات پوچھنا چاہتا ہوں۔''یہ سن کر ابو اور بہنوں نے کتابیں بند کر دیں اور ابو گویا ہوئے: ''بولو بیٹا!''

''ابو! اگر آپ کے جسم کے کسی حصے میں درد ہو تو آپ کیا کرتے ہیں؟''بہن یک دم بول پڑی: ''لو بھائی! یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔''مگر امی کے اشارے پر وہ خاموش ہو گئی۔معاویہ نے پھر سوال دُہرایا تو ابو بے دھیانی میں بولے: ''بیٹا! دوائی کھا لیتا ہوں۔''معاویہ مسکرایا اور پھر بولا: ''آپ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا خیال کرتے ہیں اور...'' ابھی معاویہ کی بات ختم نہ ہوئی تھی کہ ابو بول پڑے: ''اور فیس بھی ادا کرتے ہیں۔''معاویہ معنی خیز انداز میں مسکرایا پھر باادب انداز میں بولا: ابو! آج ہمیں استاد جی نے یہ بات بتلائی ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں تو اگر جسم کے کسی حصے میں درد ہو تو سارا بدن بے چین ہو جاتا ہے۔''معاویہ ایک بار پھر مخصوص انداز میں مسکرایا اور بولا: آج سارے عالم میں مسلمان مظلوم ہیں...درد برداشت کر رہے ہیں...کیوں کوئی مسلمان بے چین نہیں ہوتا...؟کیوں کوئی ان کی مدد نہیں کرتا...ایک مسلمان بھائی ہونے کے ناطے کیوں کوئی ان کی تعلیم و تربیت کا خیال نہیں کرتا...؟کیوں آخر سارے مسلمان یہاں سکون سے بیٹھے ہیں...؟کیوں...!!''اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے دو موٹے موتی نکل کر کپڑوں میں جذب ہو گئے۔یہ سن کر بہن نے ایک سوال پوچھا: ''بھائی! شام ملک تو بہت دور ہے۔ہم کیسے ان تک امداد پہنچا کر ان کی مدد کر سکتے ہیں؟''یہ سن کر معاویہ نے کہا: بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ شام میں مسلمانوں کی بہت مدد کر رہا ہے اور انھوں نے چند اسکول بھی قائم کر لیے ہیں'اس کے علاوہ مسلمانوں کی رہائش اور کھانے کا بھی انتظام کیا ہے۔اب ہم سب مل کر بیت السلام کے دفتر میں پیسے جمع کروائیں گے۔''

◆◆◆

اگلے دن معاویہ کی بہن نے دس ہزار روپے دیے'جو اس نے موبائل خریدنے کے لیے جمع کیے تھے۔معاویہ نے بھی اپنی پوری جمع پونجی اس میں شامل کی۔اس کے ساتھ ہی امی نے کچھ زیورات معاویہ کے ہاتھ پر رکھے اور تب تک ابو نئے پلاٹ کی فروخت سے موصول ہونے والی رقم نکلوانے کے لیے بینک روانہ ہو چکے تھے۔یہ منظر دیکھتے ہی معاویہ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری ہو گئے اور اس کا دل ایک عجیب سی خوشی محسوس کرنے لگا۔یقیناً اللہ کو بھی اس گھرانے کی قربانی دیکھ کر خوشی ہوئی ہوگی۔

مرسلہ: عبداللہ میمن'متعلّم جامعہ بیت السلام کراچی

بچوں کے فن پارے

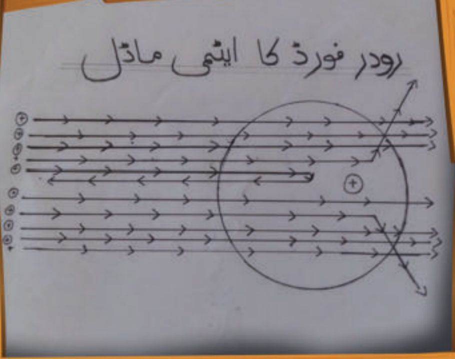

علی شہباز، 14 سال، نہم کراچی

عائشہ فاروق، کراچی

طلحہ صداقت، لیول ون، 13 سال، بیت السلام کراچی

عبدالرزاق، پنجم، 8 سال، تلہ گنگ

ابوبکر، حفظ، 10 سال، کراچی

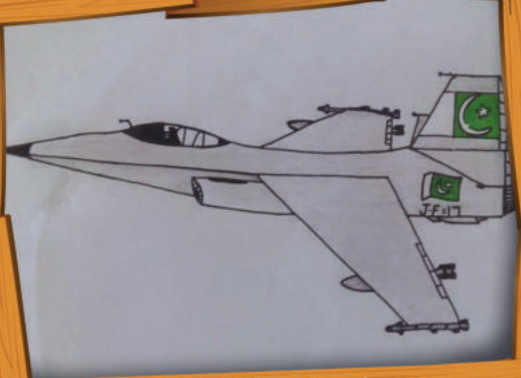

زید سلیم، 15 سال، نہم کراچی

راشد طاہر، ہفتم، 12 سال، جامشورو

ماہنامہ فہم دین
ستمبر کے نئے سوالات

سوال نمبر 1 : جب آدمی اپنی نیت ایک مرتبہ درست کر لیتا ہے تو شیطان اس کے دِل میں کیا وسوسے ڈالتا ہے؟

سوال نمبر 2 : سبزیوں کا بادشاہ کس سبزی کو کہا جاتا ہے؟

سوال نمبر 3 : رشتے داری نبھانے کے لیے کونسے تین کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے؟

سوال نمبر 4 : گڈو میاں نے اس بار جشنِ آزادی پر کونسا اہم کام کیا؟

سوال نمبر 5 : ببلو میاں نے اپنے بکرے کا کیا نام رکھا تھا؟

نیا اسلامی سال

پیارے بچوں کو نیا اسلامی سال بہت بہت مبارک ہو
پیارے بچو! کیوں نا اس نئے سال میں ہم کچھ نیا کریں
جی بالکل صحیح پہچانا آپ نے!!!
پچھلے کچھ رشتوں کو، کچھ پرانے تعلقات کو نیا کرتے ہیں۔۔۔
مگر وہ کیسے؟؟؟
بہت آسان! ایسے کہ اگر کوئی رشتے دار، کوئی دوست ہم سے ناراض ہیں یا ہمیں کسی کی کوئی بات بری لگی تو ہم انھیں معاف کر کے دِل صاف کر لیں
اور پھر سے اس نئے سال میں اپنے ان پیاروں سے نیا تعلق بنالیں
جو اللہ کے لیے لوگوں کو معاف کرتا ہے،
اللہ اس سے بہت خوش ہوتا ہے اور اُسے بھی معاف فرمادیتے ہیں۔
تو پیارے بچے کرتے ہیں نا وعدہ!!!

جولائی کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1 : وہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔

سوال نمبر 2 : نہیں ٹوٹتا۔

سوال نمبر 3 : چھ سالہ بچے کو بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کی گاڑی کا انتظار تھا۔

سوال نمبر 4 : جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، ان کے کرنے کو گناہ کہتے ہیں۔

سوال نمبر 5 : اس مقابلے کا نام ہے: "میں ایک نمازی ہوں۔"

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام، عمر، کلاس، ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیے گا، ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہوگا۔ اور پھر اسے ماہنامہ فہم دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں، یا پھر وٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کر دیں۔

جولائی کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1۔ حافظ مصطفیٰ عرفان، ہشتم، کراچی
2۔ محمد سہیل پراچہ، اولیول، بیت السلام کراچی
3۔ خدیجہ بشیر، پنجم، کراچی

نوٹ: پیارے بچو! اس صفحے پر جو سوالات آپ سے پوچھے جاتے ہیں، ان کے جوابات ایک شمارہ چھوڑ کر اگلے شمارے میں ذکر کیے جائیں گے، تاکہ زیادہ سے زیادہ بچوں کے جوابات وصول ہو سکیں، پھر درست جواب دینے والوں کے نام بھی بتائیں گے اور اوّل، دوم، سوم کے لیے انعامات کا بھی۔

اے رسولِ امیں! خاتم المرسلیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

شاعر: سید نفیس الحسینیؒ

اے رسولِ امیں! خاتم المرسلیں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا، بصدق ویقیں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

اے براہیمی و ہاشمی خوش لقب،اے تو عالی نسب، اے تو والاحسب
دُودمانِ قریشی کے دُرِّ ثمیں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

دستِ قدرت نے ایسا بنایا تجھے،جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
اے ازل کے حسیں، اے ابد کے حسیں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

بزمِ کَونَین پہلے سجائی گئی ، پھر تری ذات منظر پہ لائی گئی
سیّدُ الاوّلیں، سیّدُ الآخریں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

ترا سکہ رواں کلِ جہاں میں ہوا ، اس زمیں میں ہوا ، آسماں میں ہوا
کیا عرب کیا عجَم، سب ہیں زیرِ نگیں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

تیرے انداز میں وُسعتیں فرش کی ،تیری پرواز میں رِفعتیں عرش کی
تیرے اَنفاس میں خُلد کی یاسمیں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

سدرۃُ المُنتَہیٰ رہ گزر میں تری ، قابَ قوسَین گردِ سفر میں تری
تو ہے حق کے قریں ، حق ہے تیرے قریں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

کہکشاں ضَو ترے سَرمدی تاج کی ،زلفِ تاباں حسیں رات معراج کی
لیلۃ القدر تیری منور جبیں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

مصطفیٰ! مجتبیٰ! تیری مدح وثنا ، میرے بس میں نہیں، دسترس میں نہیں
دل کو ہمت نہیں ، لب کو یارا نہیں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

کوئی بتلائے کیسے سراپا لکھوں ، کوئی ہے وہ کہ میں جس کو تجھ سا کہوں
توبہ توبہ نہیں ، کوئی تجھ سا نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

چاریاروں کی شانِ جلیِ ہے بھلی،ہیں یہ صدیقؓ فاروقؓ عثمانؓ علیؓ
شاہدِ عدل ہیں یہ تیرے جانشیں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

اے سراپا نفیس! نفسِ دوجہاں، سرورِ دل براں ، دل برِ عاشقاں
ڈھونڈتی ہے تجھے میری جانِ حزیں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

سدرۃ المنتہیٰ: بیری کا وہ درخت جو ساتویں آسمان پر ہے اور جس سے آگے کوئی نہیں جا سکتا‘ حضرت جبریلؑ کا مقام

قاب قوسین: یہ عربی زبان کا محاورہ ہے جب زیادہ قُرب بیان کرنا ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے‘ یہاں مراد سفرِ معراج میں اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ کا قُرب ہے۔

یَارا: قوت‘ طاقت

دل بر‘ دل براں: محبوب

دُودمان: بڑا قبیلہ‘ خاندان

دُرِّ ثمیں: قیمتی موتی

کَونَین: دوجہاں

عجَم: عرب کے علاوہ دوسرے ممالک

انفاس: ذات

سَرور: سردار

میں اور میرے ماں باپ ہوں قربان محمدؐ

ہو نعتِ بشر کیا کوئی شایانِ محمدؐ
ہے جب کہ خدا خود ہی ثناء خوانِ محمدؐ
ہو جائے جو یہ عشق میں قربانِ محمدؐ
کہلائے مری جانِ حزیں جانِ محمدؐ
"میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمدؐ"
ہر سنتِ حضرتؐ پہ چل سر کے بَل اے دل!
کر دے جو خدا تجھ کو ادب دانِ محمدؐ
کیا بات ہے حضرتؐ کی اطاعت کے شرف کی
شاہانِ دو عالم ہیں غلامانِ محمدؐ
"میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمدؐ"
جاں دینے کو تیار ہی رہتے تھے صحابہؓ
کافی تھا فقط جنبشِ مژگانِ محمدؐ
دانائے عرب کا بھی بوجہل پڑا نام
ہونا تھا یہی، تھا وہ بھی نادانِ محمدؐ
"میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمدؐ"
اب کیا ہے کسی اور کے پہرے کی ضرورت
اللہ ہو آپ نگہبانِ محمدؐ
جنت میں پہنچ جاؤں یارب! اسی صورت
چھوٹے نہ کبھی ہاتھ سے دامانِ محمدؐ
"میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمدؐ"

شاعر: خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ

محرّم کا مہینا

محمد اسامہ سَرسَرؔی۔ کراچی

کچھ یادیں جگاتا ہے محرّم کا مہینا
کچھ باتیں بتاتا ہے محرّم کا مہینا
رمضان کے بعد افضل اسی مہ کے ہیں روزے
یہ خوبی بھی پاتا ہے محرّم کا مہینا![۱]
کل سال کا کفارہ ہے عاشورے کا روزہ[۲]
عاصی کو بھی بھاتا ہے محرّم کا مہینا
اسلامی مہینوں کا ہے آغاز اسی سے
ہمت بھی دلاتا ہے محرّم کا مہینا
حرمت کے مہینے ہیں رجب، ذی حج و ذی قعد
چوتھا کہا جاتا ہے محرّم کا مہینا[۳]
فاروقؓ اسی ماہ میں فرما گئے رحلت
شیطاں کو ڈراتا ہے محرّم کا مہینا
جب واقعۂ کربلا سنتے ہیں مسلمان
بے حد ہی رلاتا ہے محرّم کا مہینا
ہوتا ہے نیا عزم اسامہ! میرے دل میں
ہر سال جب آتا ہے محرّم کا مہینا

گلدستہ

حمدِ باری تعالیٰ

جُھکی ہوئی ہے تِرے دَر پہ جو جبینِ نیاز
کمال بندہ نوازی ہے تیری بندہ نواز
بتا اے قلب! اے میرے رفیق! اے دمساز
کہاں سے آتی ہے پیہم یہ دوست کی آواز
میں ان کی یاد سے غافل رَہوں نہ اِک ساعت
یہی ہے میری عبادت، یہی ہے میری نماز
یقینِ ذات بھی لازم، خلوصِ نیت بھی
خُدا کے نام سے ہر کام کا کرو آغاز
تِری عطا، تِری رحمت پہ آسرا ہے مرا
مجھے نہ زعمِ عبادت، نہ بندگی، نہ نماز
یہی گزارش انعامؔ ہے مرے معبُود!
خطائیں بخش دے، بابِ دُعا ابھی ہے باز

انعام گوالیاری

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

طیبہ کی زیارت کو ترستی ہیں یہ آنکھیں
بے موسمِ باراں بھی برستی ہیں یہ آنکھیں
روضے کا تصوّر بھی جو کرتی ہیں یہ آنکھیں
جنّت کے نظاروں سے گذرتی ہیں یہ آنکھیں
جب اسمِ محمدؐ کبھی پڑھتی ہیں یہ آنکھیں
پھر دل پہ ثنا آپؐ کی لکھتی ہیں یہ آنکھیں
رودادِ تمنّا کبھی کہتی ہیں یہ آنکھیں
گلیوں میں مدینے کی بھٹکتی ہیں یہ آنکھیں
زَم زَم سے وضو کر کے سنورتی ہیں یہ آنکھیں
پھولوں کی طرح پہروں مہکتی ہیں یہ آنکھیں
جب گنبدِ خضرا پہ ٹھہرتی ہیں یہ آنکھیں
پلکوں سے کِرن نُور کی چنتی ہیں یہ آنکھیں
طیبہ کی جدائی میں عجب حال ہے افسرؔ
روتی ہیں آنکھیں کبھی ہنستی ہیں یہ آنکھیں

افسرؔ ماہ پوری

اصلاحِ معاشرہ

نبی کریم سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا بھر میں جو دل کش انقلاب بَرپا فرمایا اور تیئیس سال کی مختصر مدّت میں معاشرے کی کایا پلٹ کر رکھ دی‘ اس کا طرز و انداز ہمارے اس طرزِ عمل کے بالکل برعکس تھا‘ وہاں ہر اصلاح کا آغاز سب سے پہلے اپنی ذات‘ اپنے گھر اور اپنے خاندان سے ہوتا تھا‘ وہاں زبانی وعظ و نصیحت سے زیادہ سیرت و کردار اور عملی زندگی کے ذریعے دوسروں کو دعوت دی جاتی تھی‘ وہاں اچھے برے کو ناپنے کے لیے الگ الگ پیمانے نہیں تھے‘ وہاں ”اصلاح معاشرہ کی مہم“ معاشرے میں اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لیے نہیں چلائی جاتی تھی‘ بلکہ اس کا منشا واقعتہً دردو سوز کے ساتھ لوگوں کی صلاح و فلاح کی فکر ہوتی تھی‘ اسی کا نتیجہ تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے معاشرے سے وہ ساری بدعنوانیاں کافور ہو گئیں‘ جنھوں نے انسانوں کی زندگی کو جہنم بنایا ہوا تھا۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہمیں ساری خرابیاں اپنی ذات اور اپنے گھر سے باہر نظر آتی ہیں‘ انھی پر تنقید و تعریض کرنے‘ ان کو ہدف ملامت بنانے اور ان کی بنا پر دوسروں کو برا بھلا کہنے میں ہمارا سارا زورِ بیان صرف ہوتا ہے‘ لیکن یہ خیال کبھی مشکل ہی سے آتا ہے کہ ہماری ذات اور ہمارا گھر بھی کسی تبدیلی کا محتاج ہے۔ دین دار سے دین دار کا حال یہ ہے کہ ان کے گھر کا ماحول رفتہ رفتہ زمانے کی بری ہَواؤں سے متاثر ہو رہا ہے اور وہ ایک ایک کر کے مغربی تہذیب کی تمام لعنتوں کے آگے سپر ڈالتے جا رہے ہیں۔ گھر کی خواتین کے دل سے پردے کی اہمیت کا احساس اٹھ رہا ہے‘ مگر انھیں فہمائش کرنے کے بجائے چشم پوشی سے کام لیا جاتا ہے‘ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گھر گھر بے پردگی کا سیلاب اُمڈ آیا ہے‘ اولاد کمانے کے لیے ناجائز طریقے اختیار کرتی ہے تو اس کو ٹوکنے کے بجائے عملاً اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے‘ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رفتہ رفتہ حلال و حرام کی تمیز اٹھ چکی ہے اور حرام کمائی سے نفرت کا کوئی شائبہ دل میں باقی نہیں رہا۔

(اصلاح معاشرہ‘ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم‘ صفحہ: 75-95)

مقامِ محبت

”قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ“آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو‘اللہ تم کو محبوب رکھے گا۔اب سوال یہ ہے کہ یہ محبت حاصل کیسے ہو؟اس سلسلے میں سب سے پہلا قدم یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو دوسری محبتوں سے خالی کرے۔صوفیائے کرام نے بالکل درست فرمایا ہے کہ قلب ایک ایسا برتن ہے‘جس میں دو چیزیں بیک وقت جمع نہیں ہو سکتیں‘دل کو اللہ تعالیٰ نے خالصتاً اپنے لیے ہی بنایا ہے‘اب اگر یہ دل دنیا کی اور جاہ و مال کی محبت سے بھرا ہوا ہو تو اس میں اللہ کی محبت کیسے آئے۔۔۔؟حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ ”آنحضرت ﷺ کی گھریلو زندگی کیسی تھی؟“انھوں نے فرمایا کہ ”آپ ﷺ اسی طرح گھر میں تشریف لاتے تھے‘جس طرح دنیا کے سب مرد‘لیکن فرق یہ ہے کہ تمام دنیوی امور انجام دینے کے ساتھ ساتھ جب کان میں اذان کی آواز پڑتی تھی تو”مَرَّ كَأَنْ لَمْ يَعْرِفْنَا“اس طرح اٹھ کر چلے جاتے تھے‘جیسے ہمیں پہچانتے ہی نہیں۔“تو اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ دل کو غیر اللہ کی محبت سے فارغ کیا جائے‘اس کے علاوہ دوسرا طریقہ معرفت کی کوشش ہے۔عقلی طور سے انسان کوشش کرے تو کسی کے ساتھ محبت کرنے کے چار اسباب ہوتے ہیں: 1۔حسن و جمال 2۔فضل و کمال 3۔ملک و مال 4۔جود و نوال‘اور یہ چاروں چیزیں اللہ تعالیٰ کی ذات میں اس درجہ مکمل طور پر پائی جاتی ہیں کہ کسی اور میں نہیں پائی جا سکتیں‘مخلوقات میں جہاں کہیں ان میں سے کوئی چیز موجود ہے‘وہ اللہ ہی کی عطا کردہ ہے‘لہٰذا عقلاً اللہ سے زیادہ محبوبیت کا مستحق کوئی نہیں۔

(حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، دل کی دنیا، صفحہ:93-14)

آپ کے اشعار

آسماں دردِ محبت کے جو قابل ہوتا
تو کسی سوختہ کا آبلۂ دل ہوتا!
ذوق

تُو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا میں ، تری پہچان یہی ہے!
اکبر الٰہ آبادی

دشمن کے آگے سر نہ جھکے گا کسی طرح
یہ آسماں، زمیں سے مِلایا نہ جائے گا!
داغ

اُٹھتے ہی پائے یار کے باغ باغ اُجڑ گیا
پُھول بھی ہیں تباہ سے سبزہ بھی پائمال سا!
جگر مراد آبادی

کبھی دماغ، کبھی دل سے جنگ کی، لیکن
کنارہ کش نہ ہوا، اپنے اعتدال سے میں!
سعود عثمانی

فقیرِ شہر کے تن پر لباس باقی ہے
امیرِ شہر کے ارماں ابھی کہاں نکلے!
ساحر لدھیانوی

دھوپ اُدھر ڈھلتی تھی، دِل ڈُوبتا جاتا تھا اِدھر
آج تک یاد ہے وہ شامِ جُدائی مجھ کو!
ناصر کاظمی

نورِ خدا ہے کُفر کی حرکت پہ خندہ زن
پُھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا!
ظفر علی خان

حُبِّ دنیا کے نتائج

دنیا کی اس خدا فراموش زندگی کا پہلا نتیجہ اضطرابِ قلب ہے‘چناں چہ آج دنیا سے سکون مفقود ہے۔دنیا کی نعمتوں میں سب سے زیادہ قابل اہمیت نعمت سکونِ قلب ہے‘اگر یہ حاصل ہے تو سب کچھ ہے‘ورنہ تمام باغ و بہار ہیچ ہے‘اگر غور کیا جائے تو انسان اس یقین تک پہنچ سکتا ہے کہ پاکیزہ زندگی کے ذریعے دنیا بھی جنت ہے اور خدا فراموش زندگی میں دنیا جہنم ہے”اَلَا اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكَافِرِيْنَ“کی ایک توجیہ یہ بھی ہے‘بلاشبہ اگر دنیا کو آخرت کی نعمتوں کا ذریعہ بنایا جائے تو دنیا‘دنیا نہیں ہوگی‘بلکہ یہی دنیا آخرت بن جائے گی اور ہر لحہ اجر و ثواب نصیب ہوگا اور اسی لیے حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ ”لَا تَسُبُّوا الدُّنْيَا“یعنی دنیا کو برا مت کہو‘اس کی مراد یہی ہے کہ دنیا آخرت کا مزرعہ اور کھیتی ہے‘اگر یہ دنیا نہ ہو تو آخرت کی نعمتیں کیوں کر حاصل ہوں گی؟ دنیا ہی کے ذریعے آخرت کی تمام نعمتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ہاں! اگر دنیا کا مقصد صرف دنیا کی نعمتیں ہیں تو پھر دنیا لعنت ہی لعنت اور غضب ہی غضب کی مستحق ہے اور اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے‘جو جامع ترمذی ابو داؤد وغیرہ میں ہے کہ ”اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ اَوْ مَا وَالَاهُ اَوْ عَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ“ترجمہ:”دنیا اور جو کچھ اشیا دنیا میں ہے‘تمام لعنت کے مستحق ہیں‘بجز چار چیزوں کے: 1۔حق تعالیٰ کی یاد اور یادِ الٰہی کے حکم میں ہر پاکیزہ زندگی ہے 2۔اور جو چیز دنیا کی اللہ تعالیٰ کو پسند ہو‘یعنی عمل صالح‘عبادات اور مکارم اخلاق وغیرہ 3۔عالم اور علمی زندگی 4۔علم دین حاصل کرنے کی زندگی۔

یہ چار چیزیں گویا آخرت کی نعمتیں ہیں‘اگرچہ دنیا میں ہیں۔ان چار چیزوں کو اگر نکال دیا جائے تو دنیا ملعون ہے‘قابلِ لعنت ہے‘اس میں کوئی خوبی نہیں۔

(دورِ حاضر کے فتنے اور ان کا علاج‘مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ‘صفحہ:98-09)

اخبار السلام

ستمبر 2019ء محرم الحرام 1441ھ

بیت السلام کے زیر اہتمام وقف اجتماعی قربانیوں کا گوشت 72 ہزار سے زیادہ خاندانوں کے پانچ لاکھ سے زیادہ افراد تک پہنچایا گیا

پاکستان کے 105 مقامات پر قربانی مراکز قائم کیے، روہنگیا مہاجرین کے لیے بنگلا دیش کے کاکس بازار میں جب کہ اہل شام کے لیے اعزاز اور جرابلس میں مراکز قائم کیے گئے

پاکستان میں 1067 گائیں اور 329 بکرے ذبح کیے گئے، بنگلا دیش میں 50 گائیں ذبح کی گئیں، جب کہ اہل شام کے لیے 30 گائیں اور 600 دنبے قربان کیے گئے

ترک رفاہی اداروں دیانت فاؤنڈیشن اور ترک ہلال احمر نے بیت السلام کے توسط سے پاکستان کے دور دراز اور پس ماندہ بستیوں میں رہنے والوں کے لیے 5600 قربانیاں کیں

بیت السلام ایجوکیشنل فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام ملک بھر میں قائم بنیادی تعلیم کے 376 مراکز نے وقف اجتماعی قربانیوں اور گوشت کی تقسیم میں بہت اہم ذمے دارانہ کردار ادا کیا

کراچی (پ ر) بیت السلام کے زیر اہتمام 2019ء کی وقف قربانیوں کے ذریعے 72 ہزار سے زیادہ خاندانوں کے پانچ لاکھ سے زیادہ افراد تک قربانی کا گوشت پہنچایا گیا، پاکستان کے 105 پانچ شہروں میں قربانی کے مراکز قائم کیے گئے جب کہ روہنگیا مہاجرین کے لیے بنگلا دیش کے کاکس بازار میں اور اہل شام کے لیے جرابلس اور اعزاز میں قربانیاں کی گئیں، پاکستان میں 1067 گائیں اور 329 بکرے ذبح کیے گئے، روہنگیا مہاجرین کے لیے ترک اداروں کے توسط سے بنگلا دیش میں 50 گائیں ذبح کی گئیں، جب کہ اہل شام کے لیے 30 گائیں اور 600 دنبے قربان کیے گئے، ترک رفاہی اداروں دیانت فاؤنڈیشن اور ترک ہلال احمر نے بیت السلام کے توسط سے پاکستان کے دور دراز اور پس ماندہ بستیوں میں رہنے والوں کے لیے 5600 قربانیاں کیں، یاد رہے بیت السلام ایجوکیشنل فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام ملک بھر میں قائم بنیادی تعلیم کے 376 مراکز نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی وقف اجتماعی قربانیوں اور گوشت کی تقسیم میں بہت اہم اور ذمے دارانہ کردار ادا کیا۔

بیت السلام کے زیر اہتمام وقف قربانیوں کا مشن جید علماء کی نگرانی میں انجام دیا جاتا ہے

ایک ایک شریک قربانی کی رقم پوری ذمے داری سے وصول اور دیانت داری سے خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ قربانی کے بعد ہر شریک کو ایس ایم ایس کے ذریعے اطلاع دی جاتی ہے

رقم کی وصولی سے لے کر جانوروں کی خریداری، قصابوں کے انتظام اور دور دراز پس ماندہ علاقوں میں گوشت کی تقسیم کا انتہائی مشکل عمل بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا جاتا ہے

کراچی (پ ر) الحمد للہ بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کے زیر اہتمام، 1440ھ 2019ء کی عید قرباں پر وقف اجتماعی قربانیوں کا مشن بڑی خوش اسلوبی سے مکمل کر لیا گیا، بیت السلام گزشتہ کئی سال سے اہل خیر کے تعاون اور توسط سے ملک بھر کی دور دراز اور پس ماندہ بستیوں کے ساتھ اہل شام کے لیے وقف قربانیوں کا اہتمام کرتا ہے، قربانی کا یہ سارا عمل جید علماء کرام کی نگرانی میں مکمل کیا جاتا ہے، بیت السلام کے سینکڑوں تعلیمی ادارے اس سارے عمل میں سب سے اہم کردار ادا کرتے ہیں، یہ عمل جو بہ ظاہر بہت سادہ اور آسان لگتا ہے، نہ صرف انتہائی مشکل اور پیچیدہ ہے بلکہ قربانی کی رقوم جمع کروانے والوں کی رقوم انتہائی دیانت سے خرچ کرنے کی بھی ذمے داری ہے، رقم کی وصولی کے بعد جانوروں کی خریداری، ان کی دیکھ بھال، بڑی تعداد میں قصابوں کا انتظام، موسم کی شدت، دور دراز پس ماندہ بستیوں تک پہنچنے جیسی مشکلات کا سامنا انتہائی جاں فشانی اور ذمے داری سے کیا جاتا ہے۔

J.
FRAGRANCES
NATIONAL
FRAGRANCE
LIMITED EDITION
10
PRIDE
POUR HOMME
SHAHID AFRIDI
J.
Happy Independence Day
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
J. Fragrances.Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed

Brighto™
Inspired by Nature
Brighto AllColor
Antiqua
Polish Plaster
Silky Smooth
Perlata
Luxury Magnified
Velvet
Revisiting
the Classic Age
Perlex
Majestic Walls
Brighto
Décor assumes a different meaning with Brighto Special Coatings.
They give your living space a prestigious decorative finish by creating
a world of beauty, luxury and sophistication.
Regd.# MC - 1366
brighto.paints | Toll Free 08000-1973 | BrightoPaintsPK | www.brightopaints.com
Brighto™ PAINTS